الٰہی نمائندے(۱)

حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

تحریر

بعثت فاؤنڈیشن

ترجمہ

سید حسین اختر رضوی اعظمی

بسم الله الرحمن الرحیم

مشخصات

کتاب کا نام	حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
تحریر	بعثت فاؤنڈیشن
ترجمہ	سید حسین اختر رضوی اعظمی
کمپوزنگ	الغدیر فاؤنڈیشن ہندوستان
ناشر	ادارۂ تحریک ترجمہ
تعداد	دو ہزار
تاریخ اشاعت	
شابک	

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

خیابان سمیہ بین شہید مفتح و شہید موسوی پلاک ۱۷۳

تہران، ایران فون ۸۸۸۳۱۴۱۰

www.trans-move.com

فہرست

مقدمہ ۷

دنیا، اسلام سے پہلے ۹

جزیرۃ العرب، اسلام کی آمد سے پہلے ۱۱

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت ۱۳

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بچپن ۱۹

بچپن و جوانی کے کچھ یادگار لمحے ۲۳

بحیرا کی پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گفتگو ۳۳

گلہ بانی ۳۷

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پہلی شادی ۳۹

بعثت سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شخصیت ۴۵

آغاز وحی ۵۱

علانیہ تبلیغ ۵۹

راستے کی پریشانیاں اور قریش کی ایذائیں ۶۵

ہجرت.. ۷۹

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فوجی پالیسی ۸۷

۱۔جنگ بدر ۸۹

۲۔جنگ احد ۹۰

۳۔جنگ خندق ۹۱

۴۔جنگ بنی قریظہ ۹۱

۵۔ صلح حدیبیہ ۹۲

۶۔جنگ خیبر ۹۴

۷۔فتح مکہ.. ۹۴

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عالمی رسالت ۱۰۱

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانشین ۱۰۵

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات.. ۱۱۳

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شخصیت پر ایک نظر..۱۱۹

مقدمہ

پیغمبر اسلامﷺ کی ولادت باسعادت نورانیت کا ظہور اور ظلم وستم سے نجات کا وعدہ تھا اس وقت جب کہ تمام سرزمین تباہی وبربادی اور ظلمت و تاریکی سے بھری ہوئی تھی اس وقت عرب کے تاریک آسمان سے ایک نورانی سورج طلوع ہوا جس نے تمام عالم کو روشن ومنور کردیا، پیغمبر اسلامﷺ کی رسالت کے تاریخی دور کے آغاز سے تاریخ بشریت میں نئے دور کا آغاز ہوا اور جاہل و نادان بھٹکی ہوئی انسانیت کو روشن اور امیدافزا راستہ نظر آیا پھر اس کے بعد تاریخ کے اس عظیم انسان نے بے انتہا زحمت والم برداشت کرکے کوششیں کی تاکہ انسانوں کو فقر و اسیری سے رہائی دلاکر اسے منزل کمال تک پہنچادے۔

اس کتاب میں ہم اس عظیم المرتبت انسان کی پُرافتخار زندگی پر طائرانہ نظر ڈالیں گے کیونکہ آپ کی زندگی کا ہر ہر لمحہ زندگی کو سنوارنے کے لئے مشعل راہ ہے اور پروردگار عالم کی آخری حجت کے غیبت کے زمانے میں جس میں ہم زندگی بسر کر رہے ہیں ہمارے لئے ایک بہترین پیغام ہے

کیونکہ ہم بھی اپنے راستے، رہبر و پیشوا اور راستے کے چراغ سے دور ہوگئے ہیں اور بڑی ہی بے صبری سے ''مصلح'' کا انتظار کررہے تاکہ دوسرے صالح و نیک لوگوں کے ہمراہ اپنے کو راہِ سعادت و کمال تک پہنچا سکیں۔

دنیا، اسلام سے پہلے

ظہور اسلام سے پہلے دنیا کے تمام افراد عقائد و افکار اور انفرادی و اجتماعی زندگی کے اعتبار سے بہت ہی پست زندگی بسر کررہے تھے اگرچہ پوری دنیا کے حالات یکساں نہیں تھے لیکن کلی طور پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ تمام افراد فکری انحراف، غلط رسم و رواج، بیہودہ عقیدوں، افسانوی باتوں، اخلاقی گراوٹ اور اجتماعی پریشانیوں میں سب ایک دوسرے کے شریک تھے۔

ظہور اسلام سے پہلے یہودیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دین کو بدل دیا اور اس کے تروتازہ اصول و قوانین میں تحریف کردی تھی یہاں تک کہ لوگوں کی زندگی میں مادیات اور دنیا پرستی سرایت کرگئی تھی، عیسائیت جس کا بنیادی مقصد تہذیب، اخلاق اور لوگوں کے ذہن وافکار سے آلودگیوں کو ختم کرنا تھا مگر بادشاہوں اور ان روحانی پیشواؤں اور ظالم و جابر حاکموں نے اس کی ہیبت بدل تھی اور یہی مذہب، تہذیب و اخلاق اور لوگوں کے رفتار و کردار میں سدِّ باب ثابت ہوا، اسی طرح یہ مذہب سبب

بنا کہ لوگوں کے ذہن پروردگار عالم کی یاد سے غافل ہوگئے اور اس طرح لوگ ایک نجات دینے والے رہبر سے محروم وعاجز ہوگئے۔

پوری دنیا تباہی و بربادی کی آگ میں جھلس رہی تھی اور لوگ جاہلانہ رسموں، بیہودہ خیال و افکار میں مبتلا رہے اور عیسائی علماء لوگوں پر حکومت کررہے تھے، ایرانی دو خدا کی پرستش کرتے تھے، دو خدا یعنی نیکی اور بدی پر عقیدہ رکھتے تھے یہودی خدا کو اپنی طرح سمجھتے تھے اور دوسروں کی اہمیت کے قائل نہیں تھے اور ''عُزیر'' کو خدا کا بیٹا جانتے تھے عیسائی تین خدا (باپ، بیٹا اور روالقدس) پر عقیدہ رکھتے تھے اس کے علاوہ دوسرے لوگ بھی بت، آگ، گائے اور ستاروں وغیرہ کی پوجا کرتے تھے اور پورے معاشرے پر اخلاقی اور معنوی فساد کا سایہ پڑا تھا۔

جزیرۃ العرب، اسلام کی آمد سے پہلے

جزیرۃ العرب جسے، ''جلی ہوئی زمین'' بھی کہتے ہیں اس کے عجیب و غریب حالات تھے، جھلسے ہوئے بیابان، لق و دق صحرا اور بے آب و گیاہ ریگزار تھے، لوگوں کے گھر تہہ خانوں کی طرح تھے جس میں لوگ کیڑوں مکوڑوں کی طرح رہ رہے تھے اور کھجور اور بارش کے گندے گندے پانیوں سے اپنی بھوک و پیاس مٹارہے تھے اور عرب کے لوگوں کا اصلی معیار اور شناخت آپسی و قبائلی جنگ تھی دو قبیلے آپس میں چھوٹی سے چھوٹی باتوں پر ایک دوسرے کی جان و مال اور ناموس کو تباہ و برباد کرتے تھے، ''مکہ'' بتکدہ بنا تھا جس میں تین سو ساٹھ بت رکھے تھے مکہ کے باشندے سودخور اور تاجر تھے جو غلاموں کی خرید و فروخت کرکے اپنی زندگی بسر کرتے تھے۔

تباہی و بربادی، لوٹ مار، حقوق کی پامالی اور خیانت و رہزنی ان کی خاص علامت تھی، ان کے نزدیک لوگوں کا قتل عام شجاعت و بہادری تصور کیا جاتا تھا وہ لڑکیوں کو اپنے لئے ننگ و عار سمجھتے تھے اور وہ فقر و تنگدستی

سے خوفزدہ رہتے تھی اسی لئے معصوم اور بے زبان لڑکیوں کو قتل یا زندہ دفن کردیتے تھے اگر کسی کے یہاں لڑکی پیدا ہوتی اور اس کے باپ کو خبر دی جاتی تھی تو اس کے چہرہ کا رنگ سیاہ ہوجاتا تھا وہ لوگوں سے اپنا منھ چھپاتا تھا اور ہر وقت اسی کشمکش میں مبتلا رہتا تھا کہ آخر اس لڑکی کا کیا کرے؟ اپنی ذلّت و رسوائی قبول کرے اور اسے اپنے پاس رکھے یا زندہ دفن کرکے اپنے دامن لگے ذلّت ورسوائی کے داغ کو دھودے۔[۱]

حضرت علی علیہ السلام اس بارے میں فرماتے ہیں:

''اے گروہ عرب جاہلیت کے دور میں تم لوگ بتوں کی پرستش کرتے تھے، بدترین دین اور بدترین گھروں میں سخت پتھروں اور زہریلے سانپوں کے درمیان بود و باش رکھتے تھے تم گندا پانی پیتے اور بدمزہ غذائیں کھاتے تھے اور ایک دوسرے کا خون بہاتے تھے اوررشتہ داروں سے قطع رحم کیا کرتے تھے، بت تمھارے درمیان نصب تھے اور گناہ تمھاری رگ و پے میں سرایت کئے ہوئے تھے۔[۲]

۱۔ قرآن کریم، سورۂ نحل، آیت ۵۸،۵۹؛ سورۂ اسراء، آیت ۳۱.
۲۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۲۸.

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت

شہر مکّہ تاریکیوں اور خاموشیوں میں ڈوبا ہوا تھا دور دور تک زندگی کے آثار نظر نہیں آرہے تھے البتہ چاند اپنی عادت کے مطابق آہستہ آہستہ پہاڑوں کی اوٹ سے گذرتا ہوا ذراسا بلندی پر آگیا تھا اور اپنی لطیف و کم رنگ شعاعوں کو مکّہ کے معمولی اور سادہ گھروں اور ریگستانی ذرّوں پر بکھیر رہا تھا۔

دھیرے دھیرے آدھی رات گذر گئی اور سرزمین حجاز کے دہکتے صحراؤں پر نسیم بہاری چل رہی تھی ستاروں نے ریاکاری سے دور رہ کر اسے رونق بخش دی تھی اور مکہ کے مردہ ضمیر انسانوں پر ہنس رہے تھے۔ صبح ہوچکی تھی اور خوش الحان مرغ سحرانگیز نغمے سنا کر فضا کو معطّر کررہے تھے ایسا لگ رہا تھا کہ وہ اپنے کسی معشوق سے راز و نیاز کررہے ہوں۔

مکہ پر سپیدۂ سحری نمودار ہونے والا تھا لیکن پورے شہر پر ایک مبہم سکوت سایہ فگن تھا، سب کے سب گہری نیند سورہے تھے، صرف حضرت آمنہ سلام

اللہ علیہا بیدار تھیں اور جس درد کا انتظار تھا وہ اسے محسوس کررہی تھیں درد دھیرے دھیرے بڑھتا جارہا تھا کہ اچانک آمنہ نے اپنے کمرے میں چند ناآشنا نورانی عورتوں کو دیکھا جن کی خوشبو نے آمنہ کو تعجب میں ڈال دیا تھا کہ آخر یہ کون ہیں اور کس طرح بند کمرے میں داخل ہوگئ ہیں ان لوگوں نے اپنا تعارف کرایا میں عیسیٰ کی ماں مریم، یہ فرعون کی بیوی، آسیہ اور یہ.......۔

تھوری دیر بھی نہ گذری تھی کہ آمنہ کا عزیز فرزند پیدا ہوا جس کا وہ مہینوں سے انتظار کررہی تھیں، ۱۷ربیع الاول کی صبح آمنہ اپنے بچوں کو دیکھ کر خوش ہوگئیں۔[۱]

ہر ایک پیغمبرﷺ کی ولادت سے خوش تھا لیکن اس وقت جب کہ اس نورانی و مقدس بچے نے آمنہ کے گھر کے در و دیوار کو روشن کردیا اس وقت آمنہ کے جواں سال شوہر ''عبداللہ'' سے گھر خالی تھا اس لئے کہ جب وہ شام سے مدینہ آرہے تھے توراستے ہی میں ان کا انتقال ہوگیا تھا اور انھیں وہیں پر دفن کردیا گیا تھا اور آمنہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تنہا ہوگئیں تھیں۔

---

[۱]۔علامہ مجلسی، بحارالانوار، ج۱۵، ص۳۲۵.

جس وقت ''محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے اس وقت زمین و آسمان میں عجیب و غریب حادثات رونما ہوئے اور یہ حادثے سسکتی اور بلکتی ہوئی انسانیت کے لئے ایک بشارت تھی۔

اس رات نوشیرواں کا وسیع و عریض محل، لوگ جس کی ابدیت کا خواب دیکھ رہے تھے اور اس پر اور اس کے مالک پر پُرامید تھے زلزلہ آیا اور اس کے چودہ کنگورے ٹوٹ کر گرپڑے، فارس کا مشہور آتشکدہ جس میں ہزاروں سال سے آگ روشن تھی اچانک وہ خاموش ہو گئی اسی طرح ''ساوہ'' کا دریا اچانک خشک ہوگیا۔[۱]

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت ۵۷۰ ء میں ہوئی اسی سال ابرہہ کے لشکر نے مکہ پر حملہ کیا تھا تاکہ کعبہ کو مسمار کردے لیکن ان پر خدا کا عذاب نازل ہوا اور بحکم پروردگار ابابیلوں نے ان پر پتھر برسائے اور سب کے سب جہنم واصل ہوگئے، تاریخ نے اس سال کو ''عام الفیل'' قرار دے دیا۔

چونکہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یتیم تھے لہٰذا ان کی تربیت و پرورش کی ذمہ داری آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب نے اپنے ذمہ لی اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ایک دایہ کی فکر کرنے لگے۔

---

[۱] ۔علامہ مجلسی، ج۱۵، ص۲۵۷۔۲۶۳.

برسوں سے عرب میں یہ رسم و رواج تھا کہ وہ اپنے بچے کی ولادت کے بعد اس کی پرورش و تربیت اپنے قبیلے کی کسی دایہ سے کراتے تھے تاکہ وہ صحرا کی پاک و پاکیزہ فضا میں پروان چڑھے اور فصیح عربی بولنے لگے کیونکہ اس زمانے میں فصیح عربی صحراؤں اور دیہاتوں میں بولی جاتی تھی۔

اور اس وجہ سے بھی کہ جناب آمنہ کے پاس بچے کو پلانے کے لئے دودھ کافی نہ تھا حضرت عبدالمطلب کو فکر لاحق ہوئی کہ اپنے عزیز فرزند ''عبداللہ'' کی تنہا یادگار کے لئے ایک پاکدامن اور قابل اطمینان خاتون کی تلاش کریں، کافی تلاش و جستجو کے بعد آپ کی نظر انتخاب ''حلیمہ'' پر پڑی جو ایک پاک و پاکیزہ بہادر اور فصیح عربی بولنے والی خاتون تھیں۔

حلیمہ آنحضرتﷺ کو اپنے قبیلے لے گئیں اور اپنے بچوں کی طرح آنحضرتﷺ کی حفاظت و تربیت کرتی رہیں مدتوں سے آپ کا قبیلہ ''سعد'' خشک سالی میں مبتلا تھا، زمین سے زیادہ آسمان پیاسا تھا اور فقرو تنگدستی نے لوگوں کو گھیر رکھا تھا۔

مگر جس دن پیغمبر اسلامﷺ حلیمہ کے گھر تشریف لائے اسی دن سے خیر و برکتیں نازل ہونے لگیں اور ان کی زندگی جو فقر وفاقہ میں گذر رہی تھی آرام وآسائش میں تبدیل ہوگئی اور ان کے بچوں کے مرجھائے ہوئے چہروں پر تازگی آگئی حلیمہ کا خشک سینہ دودھ سے لبریز ہوگیا قبیلے کے اونٹ

اور بکریوں کی چراگاہ سرسبز ہو گئی حالانکہ لوگ اس سے پہلے سختی و مشکلات میں زندگی بسر کررہے تھے۔

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ عام بچوں سے زیادہ تیز رشد کررہے تھے وہ دوسرے بچوں سے تیز دوڑتے تھے اور عام بچوں کی طرح نہیں بلکہ فصیح زبان میں گفتگو کرتے تھے۔

پیغمبر اسلام ﷺ کی قبیلہ بنی سعد میں آمد کے بعد پورا قبیلہ برکتوں اور رحمتوں کے نزول سے سرشار ہوگیا تھا اور لوگ اس فرق کو بہ آسانی محسوس اور اس کا اعتراف کررہے تھے ایک دن حلیمہ کے شوہر ''حارث'' نے کہا: تمھیں معلوم ہے کتنا مبارک و مسعود بچہ ہمیں ملا ہے؟

جب پیغمبر اسلام ﷺ کی عمر مبارک چار سال ہوئی تو حلیمہ نے شہر لے جاکر انھیں ان کی مادر گرامی جناب آمنہ کے سپرد کردیا، دو سال کے بعد یعنی ابھی آپ نے زندگی کی صرف چھ ہی بہاریں دیکھی تھی کہ آپ کی مادر گرامی اپنے اعزہ و احباب اور اپنے شوہر کی زیارت کے لئے مدینہ تشریف لے گئیں اور آپ کو اپنے ساتھ لے گئیں آپ نے مدینے میں تمام اعزہ و احباب سے ملاقات کی، اپنے شوہر کی قبر کی زیارت کی اور ان سے تجدید عہد کیا پھر مکہ کے لئے روانہ ہوگئیں لیکن مدینہ پہنچنے سے پہلے ہی '''ابواء'' نامی جگہ پر آپ کا انتقال ہوگیا آپ خالق حقیقی سے جاملیں اوراپنے معصوم فرزند کو تنہا چھوڑ دیا،

ایسے وقت میں جب کہ بچوں کو ماں کی محبتوں اور باپ کی شفقتوں کی بہت زیادہ ضرورت ہوتی ہے اس عمر میں آپ کے سر سے دونوں کا سایہ اٹھ گیا۔[۱]

۱۔ سیرۂ ابن ہشام، ج۱، ص۱۶۸.

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بچپن

بچپن میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گفتگو اور آپ کے کردار نے آپ کو دوسرے بچوں سے ممتاز کررکھا تھا اور آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب کو اس بات کا احساس ہوگیا تھا اسی لئے وہ آپ کا بے حد احترام کرتے تھے۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت ابوطالب علیہ السلام فرماتے ہیں: ہم نے کبھی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے غلط بیانی اور نازیبا بات نہیں دیکھی، نہ بے جا ہنستے اور نہ ہی بے جا گفتگو کرتے تھے بلکہ اکثر وبیشتر تنہا رہتے تھے۔[1]

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بچپن کے زمانے سے ہی پروردگار عالم اپنے آخری رسول پر خاص توجہ رکھے تھا اور انھیں لحہ بہ لحہ رسالت کے سنگین فرائض کی ادائیگی ''نبوت'' کے لئے آمادہ کررہا تھا اس سلسلے میں امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

---

[1]۔ علامہ مجلسی، بحارالانوار، ج۱۵، ص۳٦٦.

''جس دن پیغمبر اسلامﷺ کا دودھ چھڑایا گیا اسی دن سے خداوندعالم نے ایک فرشتے کو آپ کے ہمراہ کردیا تھا تاکہ آپ کی دن رات عظمت و بزرگی کی راہوں اور اخلاق کے قابل قدر اوصاف کی جانب راہنمائی کرتا رہے''۔[۱]

در حقیقت یہ خداوند عالم کی نصرت و مدد کا نتیجہ تھا کہ آپ زندگی کے آغاز سے ہی توحید پرست تھے اور بغیر کسی خوف و خطر بتوں سے دشمنی وا رکھی، مناسک حج انجام دیئے، کھانا کھاتے وقت ہمیشہ خدا کا نام لیا اور کھانے کے بعد خدا کا شکر بجالائے، کفار جب بتوں کے سامنے قربانی کرتے تھے تو آپؐ اس کا گوشت نہیں کھاتے تھے اور صدقہ اور مال حرام سے پرہیز کرتے تھے جب آپ سات سال کے ہوئے تو یہودی جنھوں نے اپنی کتابوں میں پڑھا تھا کہ پیغمبر اسلامﷺ حرام اور مشتبہ غذاؤں کا استعمال نہیں کرتا انہوں نے ارادہ کیا کہ پیغمبرﷺ کا امتحان لیں، چنانچہ انہوں نے ایک مرغ چراکر ابوطالب کے پاس بھیجا، پیغمبر اسلامﷺ نے اس مرغ کو ہاتھ تک نہ لگایا جب اس کی علّت پوچھی گئی تو آپؐ نے فرمایا: یہ حرام ہے اور خدا مجھے حرام سے محفوظ رکھتا ہے۔

۱۔ نہج البلاغہ، صبحی صالح، ص۳۰۰.

پھر یہودیوں نے اپنے ایک پڑوسی کا مرغ لے لیا اور اس سے کہا اس کی قیمت بعد میں ادا کریں گے اس مرغ کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھیجا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے باوجود بھی اُسے قبول نہیں کیا اور فرمایا: یہ غذا مشتبہ ہے، یہودیوں نے کہا یہ بچہ بہت ہی بلند و اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہوگا۔[1]

قریش کے سردار حضرت عبدالمطلب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہر گز اس طرح پیش نہیں آتے تھے جس طرح دوسرے بچوں کے ساتھ پیش آتے تھے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بہت زیادہ احترام کرتے تھے۔

جب خانۂ کعبہ کے قریب جناب عبدالمطلب کے بیٹھنے کے لئے جگہ بنائی جاتی تھی اور ان کی اولادیں ان کے اطراف میں بیٹھتے تھے تو ان کے جاہ و جلال اور رعب کی وجہ سے لوگوں کی ان کے پاس جانے کی جرأت نہیں ہوتی تھی لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس رعب و دبدبے سے کبھی بھی مرعوب نہیں ہوئے اور وہاں جاکر بیٹھتے تھے جہاں پر جناب ابوطالب بیٹھتے تھے، جب عبدالمطلب کی اولاد آپ کو وہاں جانے سے روکتے تو جناب عبد المطلب کہتے ''میرے فرزند کو نہ روکو، خدا کی قسم وہ بہت ہی باعظمت اور بلند و اعلیٰ

---

[1] علامہ مجلسی، بحارالانوار، ج۱۵، ص۳۳۶.

مقام کا حامل ہے'' پھر آنحضرتﷺ جناب عبدالمطلب کے پاس بیٹھ کر باتیں کرتے تھے۔[1]

جناب عبدالمطلب ہمیشہ آنحضرتﷺ کے ساتھ کھانا تناول فرماتے تھے انھیں اپنے ساتھ لے جاتے اور اپنی جگہ پر بٹھاتے تھے اور جب بھی کسی بزم میں جاتے تو آنحضرتﷺ کو اپنے پاس بٹھاتے تھے اور اپنے قبیلے اور اہل و عیال کے درمیان سب سے زیادہ آنحضرتﷺ پر توجہ رکھتے تھے۔

---

[1]۔ علامہ مجلسی، بحارالانوار، ج۱۵، ص۱۴۲۔

بچپن و جوانی کے کچھ یادگار لمحے

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بچپن یتیمی کی سختیوں کے ساتھ جد امجد عبد المطلب اور چچا ابوطالب کی گھنی چھاؤں میں گذرا ابھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آٹھ سال کے ہوئے تھے کہ آپ کے دادا جناب عبدالمطلب کا انتقال ہوگیا، آپ نے اپنے عزیز ترین پوتے کی تربیت کی ذمہ داری جناب ابوطالب علیہ السلام کے سپرد کی، یتیمی کا رنج ہر رنج و غم سے زیادہ تکلیف دہ ہوتا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نرم ولطیف روح کے لئے باعث اذیت تھے اور رنج و غم کے یہ تجربے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آئندہ زندگی کے لئے بہت مفید ثابت ہوئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر میں رفتہ رفتہ اضافہ ہوتا رہا اگرچہ آپ ماں کی محبت اور باپ کی شفقت سے محروم ہوگئے تھے مگر جناب ابوطالب نے اپنے بابا کی وصیت و تاکید کے مطابق اپنا اخلاقی فریضہ نبھایا تھا اور ہمیشہ آپ کی حفاظت کے لئے کوشاں رہے، آنحضرتؐ، حضرت ابوطالب علیہ السلام کے

لئے تین اعتبار سے زیادہ عزیز تھے، ایک تو آپ کے بھتیجے تھے دوسرے آپ کے مرحوم جواں سال بھائی کی یادگار اور تیسرے پدر بزرگوار حضرت عبدالمطلب کی عظیم نشانی تھے اسی لئے آنحضرت ﷺ حضرت ابوطالب کے گھر کی ایک فرد شمار ہوتے تھے، حضرت ابوطالب کے دوسرے بچوں کی طرح آپ بھی دسترخوان پر بیٹھتے اور اسی گھر میں زندگی بسر کررہے تھے یہ چچا بھتیجے دونوں ایک دوسرے سے اس طرح محبت کرتے تھے جیسے دو قالب ایک جان ہوں یہی وجہ تھی کہ جناب ابوطالب آنحضرت ﷺ کو ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے تھے اور اپنے ساتھ ہمیشہ عرب کے مشہور بازاروں مثلاً ''عکاظ'' وغیرہ لے جاتے تھے وہ اپنے بچوں سے زیادہ آنحضرت ﷺ کو چاہتے تھے اور آپ کا بہت زیادہ احترام کرتے تھے۔

خداوندعالم کے بندے، توحید پرست، کعبے کا بہت ہی زیادہ احترام کرتے تھے اور اسے مقدس مقام سمجھتے تھے کیونکہ جناب ابراہیم علیہ السلام نے اس کی تعمیر کی تھی اور اس کی اساس و بنیاد توحید پر رکھی تھی لہٰذا لوگ حج کے زمانے میں دوردراز کا سفر کرکے کعبہ کی زیارت کے لئے آتے تھے۔

حضرت عبدالمطلب قریش کے سردار تھے اس کے علاوہ خانۂ خدا کے مہمانوں کے کھانے پینے کا انتظام بھی خود ہی کرتے تھے اور اس کام کے لئے بہت زیادہ سرمائے کی ضرورت پڑتی تھی جو ایک آدمی کے بس کی بات نہ تھی اس لئے بزرگان و اشراف قریش اور مکہ کے مضافات کے شہر والے اس

کام کے لئے مال و ثروت جمع کرتے تھے اور یہ کام ان کے لئے ہمیشہ کا معمول بن چکا تھا۔

مکہ پر ابرہہ کے ہونے والے حملے کو آٹھ سال گذر گئے تھے حج کا زمانہ قریب تھا اور حضرت عبدالمطلب کو خانۂ خدا کے زائرین کے لئے وافر مقدار میں کھانے پینے کا انتظام کرنا تھا، آپ معمول کے مطابق اس کے انتظام میں لگ گئے تو معلوم ہوا کہ مکہ ایک بزرگ نے حسب وعدہ اپنا حصّہ نہیں دیا ہے جب کہ وہ بہت ہی مالدار شخص تھا شہر ''طائف'' میں اس کے بہت سے باغات، کھیت اور گھر تھے اس کے علاوہ اس کے پاس سو اونٹ بھی تھے جو اس کا مال لے کر تجارت کے لئے جاتے تھے وہ ہر سال حضرت عبدالمطلب کو پانچ اونٹ اور سو من گیہوں یا جو دیتا تھا تاکہ زائرین خانۂ خدا پر خرچ کریں صرف اسی سال اس نے اپنا حصہ ادا نہیں کیا تھا۔

عبدالمطلب نے کئی بار اس کے پاس لوگوں کو بھیجا کہ وہ اپنا حصہ ادا کردے لیکن اس نے عبدالمطلب کے افراد کو برا بھلا کہہ کر واپس کردیا اور اپنا حصہ ادا کرنے سے منع کردیا، حضرت عبدالمطلب کے پاس اب کوئی سبیل نہ تھی لہٰذا آپ نے اپنے آٹھ سالہ پوتے سے کہا تم اس کے پاس جاؤ اور اس کی نافرمانی کی وجہ دریافت کرو۔

بزرگان قریش اس امر سے بہت سخت ناراض ہوئے اور عبدالمطلب سے کہا: اے عبدالمطلب! جب قریش کے بڑے بڑے اور شجاع و بہادر افراد یہ کام

نہ کرسکے تو یہ بچہ کیا کرے گا؟ عبدالمطلب نے ان کو سمجھایا اور آنحضرتﷺ کو اس کام کے لئے بھیج دیا، تھوڑی ہی دیر گذری تھی کہ لوگوں نے عبدالمطلب کو خبر دی کہ محمدﷺ واپس آرہے ہیں اور ان کے ہمراہ وہ شخص چھ اونٹوں پر سامان لاد کر ان کے پیچھے پیچھے چلاآرہا ہے جب وہ شخص جناب عبدالمطلب کے پاس پہنچا تو بہت زیادہ ادب و احترام کے ساتھ پیش آیا اور چونکہ اپنا حصّہ پہلے ادا نہیں کرسکا تھا اس لئے معذرت طلب کی اور کہا اے عبدالمطلب آپ کے بھیجے ہوئے شخص کے احترام میں میں پانچ اونٹ کے بجائے چھ اونٹ لایا ہوں کیونکہ آپ کے نمائندے نے اپنے اخلاق کریمانہ سے مجھے شرمندہ اور حیرت زدہ کردیا ہے۔

اس کے بعد کہا: آپ نے جن لوگوں کو ان سے پہلے بھیجا تھا انہوں نے مجھ سے بدسلوکی کی تھی جس کی وجہ سے میں سخت ناراض تھا اور ارادہ کرلیا تھا کہ ایک دن یہاں آکر انھیں سمجھاؤں گا اور انھیں بہترین باتیں اور ادب سکھاؤں گا لیکن آپ نے آج جس شخص کو بھیجا اس نے ہمیں بہترین تعلیم دی ہم نے اپنی پوری عمر میں ان سے زیادہ عقلمند اور خوش اخلاق کسی کو نہیں دیکھا تھا، جب لوگوں نے اس سے واقعہ کی تفصیل طلب کی تو اس نے کہا جس وقت حضرت عبدالمطلب کا پہلا نمائندہ میرے پاس پہنچا تو میرے گھر پر کچھ مہمان موجود تھے مگر یہ پہنچتے ہی مجھ سے حصّہ طلب کرنے لگا اور غیر مہذّب طریقے سے پیش آیا، اس نے اپنے برے سلوک کے ذریعہ

مہمانوں، گھر والوں اور خادموں کے سامنے میری توہین کی اور میری عزّت کو خاک میں ملادیا ہم نے بھی اسے برا بھلا کہا اور خالی ہاتھ واپس کردیا، آپ کا دوسرا نمائندہ بغیر اجازت میرے گھر میں داخل ہوگیا اور زبردستی میرے اونٹ لے جانے لگا، میں نے پوچھا کہ تم یہ کیا کررہے ہو؟ تو اس نے جواب دیا: خانۂ خدا کا سالانہ حصّہ لے جارہا ہوں

میں نے کہا: کیا عبدالمطلب نے تمھیں اس بات کی اجازت دی ہے کہ تم چوروں کی طرف لوگوں کے گھروں میں داخل ہو اور ان کا مال لے جاؤ؟

اس نے کہا: نہیں لیکن چونکہ تم شرافت سے اپنا حصّہ نہیں دے رہے ہو تو ہمیں زبردستی لے جانا پڑے گا، یہ سن کر مجھے بہت سخت غصّہ آیا اور میں نے اسے گھر سے باہر نکال دیا۔

آپ کا تیسرا نمائندہ جب میرے پاس پہنچا تو مطالبہ کرنے والوں کی طرح میرے سامنے کھڑا ہوگیا اور تیز آواز سے بات کرنے لگا، مجھے بھی غصّہ آگیا اور میں نے اُسے خالی ہاتھ واپس کردیا اور ارادہ کیا کہ آپ کے پاس آکر اپنا نام فہرست سے محو کرادوں مگر آج محمد ﷺ آئے اور بڑے ہی ادب سے دق الباب کیا اور بعد سلام گھر میں داخلے کی اجازت طلب کی، میں نے پوچھا تم کون ہو تو جواب میں کہا: میں مہمان ہوں، میں نے صدق دل سے استقبال کیا اور وہ ہنستے ہوئے گھر میں داخل ہوئے، میرے

گھر میں کچھ مہمان موجود تھے جب وہ چلے گئے تو اس نے بڑے ہی ادب و احترام سے کہا: میں حضرت عبدالمطلب کی جانب سے آیا ہوں اور تمام دوستوں کا سلام لایا ہوں، انہوں نے تمھیں پیغام دیا ہے کہ حج کا زمانہ نزدیک ہے اور ہم تمھاری مدد کے منتظر ہیں اگر مصلحت سمجھو تو اپنا حصّہ ادا کردو ورنہ عدم ادائیگی کی علت بیان کردو

میں نے کہا: تم کس کے فرزند ہوں؟

انہوں نے کہا: میں عبد اللہ کا بیٹا ہوں

میں نے کہا: تم بہت اچھّے انسان ہو تمھارے والد بہت اچھے شخص تھے اور تمھارے دادا بھی بہت اچھے اور مہربان انسان ہیں میرا حصّہ حاضر ہے اگر چاہو تو لے جاؤ۔

پھر میں نے پہلے اپنا حصّہ کیوں ادا نہیں کیا تھا اس کی علت بیان کیا، اس نے میری تمام باتوں کو غور سے سنا اور ذرّہ برابر بھی میری باتوں میں مداخلت نہ کی لیکن آخر میں کہا کہ مجھے آپ سے ایک بات کہنا ہے۔

میں نے کہا: بیان کرو۔

انہوں نے کہا: بس تم سے اتنی خواہش ہے کہ میرے ساتھ چلو اور یہ تمام باتیں جو مجھ سے کہی ہیں سب کے سامنے کہو تاکہ کینہ و کدورت دور ہو جائے۔

میں نے اس کی عقلمندی، نیک نیتی اور ذہانت کی دل میں تعریف کی اور ان کے ساتھ یہاں آیا ہوں، تم لوگ اس کی عظمت کو پہچانو اور قدر کرو کیونکہ اس کا اخلاق پیغمبروں کے جیسا ہے۔

تمام لوگ اس مرد کی باتیں سن کر بہت خوش ہوئے اور دل ہی دل میں محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بہت تعریفیں کی۔[1]

حج کے زمانے میں ایک شخص کی پیسوں سے بھری تھیلی غائب ہو گئی وہ حیران و پریشان بھوکا و پیاسا جناب عبدالمطلب کے پاس شکایت کے لئے گیا اور ان سے مدد طلب کی، محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جن کی عمر سات برس تھی اُسے پانی دیا اور اس سے تھیلی کی علامت پوچھی، اس نے تھیلی کی علامت بیان کی آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو یاد آیا کہ ایک دن صبح ایک بچے نے زمین سے کوئی چیز اٹھائی تھی اور اسے اپنے لباس کے نیچے چھپایا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اس کے بارے میں تحقیق شروع کی۔

محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اس بچے کے پاس گئے اور کہا کہ ایک بدو عرب کے پیسے کی تھیلی غائب ہو گئی ہے اگر تم نے پایا ہو تو اسے واپس کردو

---

[1] محمد شوکت ابتونی، محمد در شیر خوارگی و خوردسالی، ص۲۰۱، مطبوعہ افغانستان.

پہلے تو بچے نے انکار کردیا لیکن جب اسے یہ سمجھ میں آیا کہ محمدﷺ سب کچھ جانتے تو اس نے کہا میں جانتا ہوں کہ اس میں موجود تمام پیسوں کو بچوں کے درمیان تقسیم کردوں اور اس میں تمھارا بھی حصّہ ہے۔

محمدﷺ نے اعتراض کیا، بچے نے کہا: اگر تم راضی ہو تو آدھا پیسہ دیدوں لیکن آنحضرتﷺ نے قبول نہیں کیا، گلی کے تمام بچے ایک جگہ جمع ہوگئے اور ان سے کہا یہ تھیلی ہم تمھیں دے رہے ہیں جتنا چاہو لے لو اور بقیہ پیسہ ہم لوگوں کے درمیان تقسیم کردو۔

آنحضرتﷺ نے اس کام سے منع کیا اور ان سے کہا تم لوگ سچے اور مانتدار بنو جب بچوں نے مشاہدہ کیا کہ محمدﷺ راضی نہیں ہورہے ہیں تو آپ سے لڑنے لگے، محلے والے بھی دو گروہ میں تقسیم ہوگئے ایک گروہ محمدﷺ کی طرف اور دوسرا ان کے خلاف لڑنے لگا رفتہ رفتہ یہ خبر پورے شہر میں پھیل گئی اور پیغمبر کے چچا جناب حمزہ تک پہنچی آپ بہت ہی بہادر اور طاقتور تھے اور چونکہ ہمیشہ حق کی بات کرتے تھے لہٰذا اکثر لوگ ان کے طرفدار اور ان کا احترام کرتے تھے جناب حمزہ اس مقام پر پہنچے ادھر جب بچے کی ماں نے حمزہ کو آتے دیکھا تو خوف سے تھرانے لگی اور پیسوں کی تھیلی جو چھپا رکھی تھی اسے لائی اور جناب حمزہ کے حوالے کرتے ہوئے معافی مانگی۔

پھر آپ نے تھیلی کے مالک کو بلایا گیا اور اس سے نشانی پوچھ کر تھیلی اس کے حوالے کردی، پھر تھیلی کے مالک نے بچوں کو شمار کیا جن کی تعداد ۲۶ تھی اور سب کو انعام دیا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انعام نہیں لیا۔

جب معاملہ رفع دفع ہوگیا تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لڑکے سے کہا: میں چاہتاہوں کہ ہمیشہ تمھارا دوست رہوں اب تم یہ بتاؤ کہ یہ فیصلہ صحیح ہے یا جو تم فیصلہ کرنا چاہتے تھے؟

لڑکے نے کہا: آپ کے چچا نے جو فیصلہ کیا ہے وہ بہتر ہے اس طرح ہم مال و ثروت کے حقدار بھی ہوگئے اور وہ شخص بھی اپنا حق پاگیا۔

جب یہ خبر حضرت عبدالمطلب علیہ السلام کو ملی تو بیوی کو حکم دیا کہ حلوا بنائیں اور اسے لڑکے کی ماں کے پاس بھیج دیں اور تھیلی واپس کرنے پر اس کا شکریہ ادا کریں، یہ خبر پورے مکّہ میں پھیل گئ اور مکہ والے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ''امین و صادق'' کے لقب سے یاد کرنے لگے[1]

[1]۔ سیرت ابن ہشام.

بحیرا کی پیغمبرﷺ سے گفتگو

حضرت ابوطالب علیہ السلام اگرچہ قریش کے سردار تھے لیکن کثرت عیال کی وجہ سے بڑی مشکل سے گھر کا خرچ چلاتے تھے، آنحضرتﷺ ہمیشہ اپنے عزیز چچا کی مدد کرتے تھے آپ مکّہ کے لوگوں کی بکریاں چراگاہ کی طرف لے جاتے اور اس کی محافظت کرتے تھے اور جو کچھ مزدوری ملتی اُسے اپنے چچا کے سپرد کردیتے تھے۔

جب محمدﷺ بارہ سال کے ہوئے تو حضرت ابوطالب نے تجارت کی غرض سے شام جانے کا ارادہ کیا چونکہ محمدﷺ کی جدائی انھیں برداشت نہ تھی لہٰذا انہیں بھی اپنے ساتھ شام لے گئے، آنحضرتﷺ نے اونٹ کے اوپر مکّہ سے شام تک کا سفر کیا۔

قریش کا قافلہ ''بُصریٰ'' کے قریب پہنچا جو شام کے قریب ایک چھوٹا سا قریہ تھا ایک گوشہ نشین عابد و زاہد ''بحیرا'' نامی شخص وہاں رہتا تھا اور شب و روز عبادت میں گذارتا تھا، جب قافلہ بحیرا کے گھر کے سامنے سے ہو کر

گذرا تو اس نے دیکھا کہ ان لوگوں کے ساتھ بادل کا ایک ٹکڑا بھی چل رہا ہے جو ان کے سروں پر سایہ فگن ہے۔

بحیرا اپنے صومعہ یعنی عبادتگاہ سے نکل کر ایک گوشے میں کھڑا ہوگیا اور اپنے خادم سے کہا کہ جاؤ قافلے والوں سے کہہ دو کہ آج تم سب ہمارے مہمان ہو، قافلے والوں نے راہب کی دعوت قبول کرلی اور سب کے سب اس کی عبادتگاہ کی طرف چلے گئے لیکن محمدﷺ ان لوگوں کے سامان کے پاس ہی کھڑے اس کی حفاظت کرتے رہے، بحیرا نے دیکھا کہ بادل کا ٹکڑا بھی وہیں ٹھہرا ہوا ہے جب اس نے یہ منظر دیکھا تو کہا کیا قافلے کے تمام لوگ آگئے ہیں؟ لوگوں نے کہا ہاں صرف ایک کمسن نوجوان کے علاوہ سبھی افراد یہاں موجود ہیں۔

بحیرا نے کہا: جاؤ اس سے کہو کہ یہاں آجائے۔

جب محمدﷺ وہاں سے چلنے لگے تو بادل کا ٹکڑا بھی چلنے لگا، راہب جو حیرت زدہ اس منظر کا مشاہدہ کررہا تھا اور اسی میں غرق تھا، جب تمام لوگوں نے کھانا کھانا لیا تو اس نے کہا: میں تم سے کچھ سوال کرنا چاہتا ہوں تمھیں ''لات و عزیٰ'' کی قسم دیتا ہوں میرا ضرور جواب دینا۔

محمدﷺ نے فرمایا: ہمارے نزدیک سب سے بدترین چیز یہی دو چیزیں ہیں جس کی تو نے ہمیں قسم دی ہے۔

بحیرا نے کہا: میں تمھیں خدائے واحد کی قسم دیتا ہوں کہ تم میرے سوالوں کا ضرور جواب دوگے؟

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا: تم سوال کرو۔

راہب نے تھوڑی دیر سوال و جواب کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں پر گرگیا اور بوسہ دیتے ہوئے کہا: اگر تمھاری پیغمبری کے زمانے کو درک کروں گا تو تمھارے دشمنوں سے سب سے پہلے جنگ کروں گا تم عظیم انسان ہو۔

پھر اس نے قافلے والوں سے پوچھا کہ یہ نوجوان کس کا فرزند ہے؟

قافلے والوں نے ابوطالب علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا، بحیرا نے کہا: نہیں، اس کا باپ دنیا میں نہیں ہوگا۔

پھر اس نے حضرت ابوطالب علیہ السلام سے کہا: اس جوان کا مستقبل بہت تابناک ہے اور وہ خصوصیتیں جو میں اس میں دیکھ رہا ہوں اگر یہودیوں کو معلوم ہوجائے تو اسے قتل کردیں گے، آپ یہودیوں سے ہمیشہ ہوشیار رہیئے تاکہ انھی کوئی نقصان نہ پہنچائیں۔

حضرت ابوطالب نے کہا: یہودی اس کے ساتھ کیا سلوک کریں گے مگر یہ بچہ کیا کارنامہ انجام دے گا؟

بحیرا نے کہا: وہ آئندہ پیغمبر ہوگا اور اس پر فرشتہ وحی نازل ہوگا۔

ابوطالب نے کہا: خداوندعالم اس کی حفاظت کرے گا اور دشمنوں اور یہودیوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔[1]

[1]۔ علامہ مجلسی، بحارالانوار، ج۱۵، ص۱۹۳.

گلہ بانی

آنحضرتﷺ چاہتے تھے کہ اپنے چچا حضرت ابوطالب کی مدد کریں اور ان کے اخراجات کا بوجھ ہلکا کردیں وہ اپنے خرچ کا بوجھ اپنے عموں کے کاندھوں پر نہیں ڈالنا چاہتے تھے جیسا کہ پیغمبری کے زمانے میں آپؐ نے فرمایا: جو شخص کسی دوسرے پر بوجھ بنے وہ معلون ہے[1]

نیز ارشاد فرمایا: عبادت کی ستر قسمیں ہیں جس میں سے عمدہ قسم رزق حلال طلب کرنا ہے[2]

اسی طرح آنحضرتﷺ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: تقوائے الٰہی کے حصول میں دولت و ثروت کتنے بدترین معاون و مددگار ہیں[3]

پیغمبر اسلامﷺ ایسے کام کا انتخاب کرنا چاہتے تھے جو ان کے مزاج کے مطابق ہو اور چونکہ خدا کا ارادہ تھا کہ مستقبل میں آپ رسالت کی ذمہ

---

[1] ۔ شیخ کلینی، فروع کافی، ج۵، ص۶۵.
[2] ۔ شیخ کلینی، فروع کافی، ج۵، ص۶۵.
[3] ۔ شیخ کلینی، فروع کافی، ج۵، ص۶۵.

داریاں نبھائیں گے، جاہل و بے لگام ضدّی افراد سے آپ کا سابقہ پڑے گا، آپ کو جاہلیت کے بے جا رسم و رواج سے مقابلہ کرنا تھا اور عدالت کو پورے معاشرے میں قائم کرنا تھا لہٰذا آپ نے تمام کاموں میں گلہ بانی کو منتخب فرمایا۔

آنحضرتﷺ اپنے اعزاء و اقرباء کی گوسفندوں اور بکریوں کو مکّہ کے صحرا میں لے کر چراتے تھے، آپ صحرا کی تنہائیوں میں جو شہر کے لوگوں کے جنگ و جدال سے دور تھی کائنات کے اسرار و رموز کا مشاہدہ کرتے تھے اور اس سنہری موقع سے خوب تجربات حاصل کئے جو رسالت کے زمانے میں آشکار اور مفید واقع ہوئے۔

اس مدت میں آپ تمام خوبیوں کا مرقّع بن گئے مروّت، نیک کرداری، سنجیدگی، تحمّل و بردباری، صداقت، امانتداری، ہمسایوں کے ساتھ نیک سلوک، شجاعت و بہادری اور لطف و مہربانی جیسے صفات و کمالات سے آراستہ تھے یہی وجہ ہے کہ تمام لوگ آپ کے کردار کا کلمہ پڑھنے اور بہت احترام کرنے لگے۔

حضرت محمدﷺ کی پہلی شادی

حضرت خدیجہ پاک و پاکیزہ، شریف اور دولتمند خاتون تھیں وہ اپنا سرمایہ دوسروں کے حوالے کرتی تھیں تاکہ ان کے لئے لوگ تجارت کریں اور اس کے عوض لوگ اپنی اجرت طلب کرتے تھے۔

حضرت خدیجہ خویلد کی بیٹی اور بہت ہی باعزّت خاتون تھیں اگرچہ ان کی عمر چالیس برس ہوچکی تھی لیکن اب تک انہوں نے شادی نہیں کی تھی، آپ کے پسندیدہ اخلاق و شرافت اور بے انتہا دولت و ثروت کی وجہ سے قریش کے بزرگوں اور اشراف کی طرف سے برابر شادی کے پیغام آرہے تھے لیکن وہ ہر ایک کے پیغام کو رد کردیتی تھیں کیونکہ وہ جانتی تھیں کہ وہ لوگ شائستہ مرد نہیں ہیں یا صرف ان کے مال و ثروت کی وجہ سے شادی کرنا چاہتے ہیں۔

جس وقت آنحضرتﷺ کی امانتداری اور بلندئی کردار کا شہرہ پورے مکّہ میں ہوا اور جناب خدیجہ کے کانوں تک پہنچا تو آپ آنحضرتﷺ کے پاس تشریف لائیں اور کہا: میں اپنے ایک غلام میسرہ کے ساتھ آپ کو بہت

زیادہ سرمایہ دوں گی تاکہ آپ اس سے تجارت کریں میں دوسروں سے زیادہ آپ کو حصّہ دوں گی۔

پیغمبر اسلامﷺ نے اپنے چچا کی مدد کے لئے جناب خدیجہ کی یہ پیشکش قبول کرلی۔

آنحضرتﷺ اور میسرہ قریش کے ایک تجارتی قافلے کے ساتھ شام کے لئے روانہ ہوئے اور یہ سفر بہت ہی خیر و برکت کا حامل قرار پایا اور تجارت میں بھی کافی فائدہ ہوا۔

شام سے واپسی کے بعد میسرہ نے سفر کے تمام حالات اور بے شمار ہونے والے فوائد اور اس سفر میں جو کچھ بھی آنحضرتﷺ کی صداقت و دیانت اور کرامت و شرافت کو دیکھا تھا اسے جناب خدیجہ سے بیان کیا۔

جیسے ہی جناب خدیجہ نے ان باتوں کو سنا ان کے دل میں آنحضرتﷺ کی محبت موجزن ہوگئی، جناب خدیجہ نے اپنی ایک سہیلی (نفیسہ) سے خواہش ظاہر کی کہ وہ اس سلسلے میں پیغمبرﷺ سے گفتگو کریں، وہ پیغمبرﷺ کے پاس گئیں اور آنحضرتﷺ سے کہا: آپ شادی کیوں نہیں کرتے؟ آنحضرتﷺ نے فرمایا: میرے حالات شادی کی اجازت نہیں دیتے۔

نفیسہ نے کہا: اگر تمام مسائل حل ہوجائیں اور ایک شریف خاندان کی حسین و جمیل اور مالدار عورت شادی کے لئے تیار ہوجائے تو کیا آپ شادی کریں گے؟

جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مطمئن ہوگئے کہ خدیجہ شادی کرنے کے لئے تیار ہیں تو آپ نے تمام باتیں اپنے چچا جناب ابوطالب سے بیان کردیں وہ لوگ یہ خبر سن کر بہت خوش ہوئے، منگنی کی رسم ادا ہوئی اور خاص اہتمام سے شادی ہوگئی۔[1]

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زندگی کے بہترین و خاص ایام یعنی زندگی کے ۲۵ سال حضرت خدیجہ کے ساتھ گذارے، حضرت خدیجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صرف بہترین شریکہ حیات اور آپ کے بچوں کی مہربان ماں ہی نہیں تھیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہترین معاون و مددگار تھیں۔

عورتوں میں وہ سب سے پہلی خاتون تھیں جو پیغمبر پر ایمان لائیں اور دین اسلام کی نشر و ترویج کے لئے اپنی تمام دولت و ثروت پیغمبر کے سپرد کردی، جناب خدیجہ سے پیغمبر کی کئی اولادیں ہوئی جس میں دو فرزند قاسم و طاہر اور فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا تھیں۔

ایک شاعر حضرت خدیجہ کو مخاطب کرکے کہتا ہے:

---

[1]۔ علامہ مجلسی، بحارالانوار، ج۱٦، ص٥٦.

''اے خدیجہ دونوں جہاں میں آپ عظیم مرتبے پر فائز ہوئیں اور تمام لوگوں کے درمیان آپ سب سے زیادہ کامیاب و کامران ہیں کیونکہ آپ کو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا عظیم المرتبت شوہر ملا جس سے کائنات کی سب سے عظیم خاتون پیدا ہوئیں، تمام صفات و کمال، مکارم اخلاق، عظمت و حیا آپ میں موجود ہے اور ہمیشہ باقی رہے گی''۔[1]

جناب خدیجہ اپنی محبت و ایثار اور بہترین اخلاق کی وجہ سے ہمیشہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر میں محترم رہیں اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی قدردانی کرتے تھے، یہ چیز نہ صرف آپ کی زندگی تک رہی بلکہ آپ کے انتقال کے بعد ہمیشہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کو یاد کرکے اشک بہاتے اور غمگین رہا کرتے تھے۔

حضرت خدیجہ جب تک باحیات رہیں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسری شادی نہیں کی اور آپ کی وفات کے بعد اپنی بیویوں کے سامنے ہمیشہ حضرت خدیجہ کے اخلاق و کردار کا تذکرہ کرتے تھے یہاں تک کہ ایک دن آپ کی مغرور، خود پرست اور حاسد بیوی عائشہ نے کہا: پیغمبر کی بیویوں میں سے میں نے خدیجہ کے علاوہ کسی سے بھی حسد نہیں کیا حالانکہ میں نے خدیجہ کو دیکھا بھی نہیں تھا۔

---

[1] ۔ علامہ مجلسی، بحارالانوار، ج۱۶، ص۷۴.

عائشہ کہتی ہیں: پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بھی قربانی کے لئے جانور ذبح کرتے تھے تو اس کا کچھ گوشت خدیجہ کی سہیلیوں کے پاس بھیجتے تھے۔

اسی طرح عائشہ کہتی ہیں: ایک دن پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدیجہ کے اخلاق کی بہت تعریف کررہے تھے جسے سن کر میں بہت زیادہ غصّہ ہوگئی اور چیخنے لگی کہ آخر خدیجہ کون تھیں جن کا آپ ہر وقت تذکرہ کرتے ہیں؟ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خدیجہ کی محبّت میرے جسم و روح میں موجزن ہے[1]

ایک اور مقام پر عائشہ سے منقول ہے وہ کہتی ہیں: پیغمبر گھر سے باہر نہیں جاتے تھے مگر یہ کہ خدیجہ کی خوبیوں کو یاد کرتے تھے اور ان پر درود و سلام بھیجتے تھے ایک دن میں نے حسد کی آگ میں بھن کر کہا: کیا خدیجہ ایک بوڑھی عورت کے علاوہ بھی کچھ تھیں؟ جب کہ خدا نے ان سے بہتر آپ کو شریکہ حیات عطا کیا ہے۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری بات سن کر غضبناک ہوگئے اور کہا: خدا کی قسم ایسا نہیں ہے خدا نے ان سے بہتر مجھے بیوی عطا نہیں کی ہے کیونکہ خدیجہ مجھ پر اس وقت ایمان لائیں جب لوگ میری رسالت کا انکار کررہے تھے مجھے اس وقت صادق و امین کہا جب لوگ میری طرف جھوٹ کی نسبت دے رہے تھے اپنا تمام مال و متاع اس وقت میرے قدموں پر نثار کیا جب دوسرے ہماری مدد

---

[1]۔ ڈاکٹر محمد سعید رمضان البطوطی، فقہ السیرہ، ص۶۳ منقول از صحیح مسلم.

کرنے سے گریز کررہے تھے اور خداوندعالم نے ہماری تمام بیویوں میں سے صرف خدیجہ کو اولاد عطا کی[1]

حضرت خدیجہ کی حیات کا چراغ اگرچہ ۶۵ برس کی عمر میں یعنی بعثت کے دسویں سال میں خاموش ہوا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گھر خدیجہ کے نور سے ہمیشہ کے لئے محروم ہوگیا، اس وقت تمام مسلمان بالخصوص پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت خدیجہ شعب ابوطالب میں مشرکین مکّہ کے محاصرے میں تھے اور خدیجہ کی تمام دولت و ثروت یہاں تک کہ سکّے بھی آپ کے پاس نہ تھے جب کہ حقیقت یہ ہے کہ آپ نے برسہا برس پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ رنج و سختی اور بھوک و پیاس کے عالم میں زندگی بسر کی اور کبھی بھی زبان پر شکوہ نہ لائیں اور اپنے پورے وجود کو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نثار کردیا یہاں تک کہ شعب ابی طالب میں زندگی کی آخری سانس لی اور خالق حقیقی سے جاملیں۔

[1]۔ ڈاکٹر محمد سعید رمضان البطوطی، فقہ السیرہ، ص۶۳ منقول از صحیح مسلم.

بعثت سے پہلے آنحضرت ﷺ کی شخصیت

ماہرین نفسیات اس بات پر معتقد ہیں کہ سماج اور ماحول شخصیت اور افکار کی تعمیر میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں اور ہماہنگی اور ہمرنگی انھیں بھی سماج کے رنگ میں رنگ دیتی ہے یہی وجہ ہے کہ تقویٰ و پرہیزگاری اور فضائل و کمالات پر مشتمل ماحول بچوں کو متقی و پرہیزگار اور بافضیلت بناتا ہے اور ایک فاسد و تباہ ماحول انسانوں پر برے اور فاسد مرتب کرتے ہیں پس جو لوگ اپنے کو فاسد و بدترین اور گناہوں سے آلودہ ماحول سے دور رکھتے ہیں وہ کوئی معمولی انسان نہیں ہیں۔

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے اپنی نورانی اور عظیم شخصیت کے ذریعہ نہ صرف یہ کہ عرب کے بدترین ماحول سے اپنے کو محفوظ رکھا بلکہ اس ماحول کے ذریعہ آپ کو رنج و تکلیف پہنچتی تھی آپ نے اس کے خلاف آواز بلند کی اور ظاہر سی بات ہے کہ جو ایسے ماحول میں رہنے کے باوجود اس سے متاثر نہ ہو بلکہ اس کے خلاف آواز اٹھائے وہ ایک عظیم شخص اور ملکوتی انسان ہوگا اور اسی کو حق حاصل ہے کہ وہ تباہ حال انسانیت کی ساحل نجات تک رہبری کرے۔

انبیاء علیہم السلام سماج و معاشرے کے پیروکار نہ تھے بلکہ وہ اس کے رہنما و رہبر تھے۔

پیغمبر اسلامﷺ خداوندعالم کی خاص عنایتوں سے بچپن ہی سے نیک راستوں پر گامزن رہے اور بغیر کسی شک وتردید کے اپنی قوم کی غیر مناسب بے راہ روی اور غلط باتوں پر تنقید کرتے تھے اور قوم کے غلط رسم و رواج کے سخت مخالفت تھے۔

لوگوں کے ساتھ آپ کا اخلاق و سلوک اتنا عمدہ و دلنشین تھا کہ ہر ایک آپ کا گرویدہ ہوجاتا تھا۔

عمار یاسر کہتے ہیں: بعثت سے پہلے ہم اور محمدﷺ گلہ بانی کیا کرتے تھے ایک دن میں نے ان سے کہا: اے محمد! آیئے ہم لوگ فخ کی چراگاہ کی طرف چلیں دوسرے دن ہم وہاں گئے تو دیکھا کہ محمدﷺ ہم سے پہلے وہاں موجود ہیں لیکن اپنی بکریوں کو وہاں چرنے نہیں دے رہے ہیں، میں نے پوچھا کہ آپ بکریوں کو کیوں نہیں چرنے دے رہے ہیں؟ توآپ نے جواب دیا: کہ میں نے تم سے ساتھ آنے کا وعدہ کیا تھا لیکن میں پہلے آگیا اور مجھے پسند نہیں ہے کہ تمھاری بکریوں کے چرنے سے پہلے اپنی بکریوں کو چرنے کے لئے چھوڑدوں۔[۱]

---

[۱]۔ علامہ مجلسی، بحارالانوار، ج۱۶، ص۲۲۴.

آپ کا یہی بے مثال اخلاق تھا جس کی وجہ سے لوگ بہت زیادہ آپ کا احترام کرتے تھے اور مشکلات و پریشانی کے وقت آپ سے حل دریافت کرتے تھے اور آپ کی رائے پر عمل کرتے تھے۔

جس وقت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر ۳۵ برس تھی قوم قریش نے ارادہ کیا کہ خانۂ کعبہ کی تعمیر کریں کیونکہ چند برس پہلے خانۂ کعبہ میں آگ لگ گئی تھی اور اس کا کچھ حصّہ جل گیا تھا اور اس سے ایک سال پہلے سیلاب آیا جو نصف کعبہ کو بہا لے گیا تھا، قریش کے تمام قبیلے والے اپنے عزّت و افتخار کے لئے کعبہ کی تعمیر کا سہرا اپنے اپنے سر باندھنا چاہتے تھے اسی بناء پر ہر قبیلے والوں نے عزت و وقار کے حصول کے لئے ایک ایک حصّہ اپنے ذمے لے لیا۔

جب خانۂ کعبہ کی تعمیر کا مرحلہ ایک حد تک پہنچ گیا اور حجر اسود نصب کرنے کا موقع آیا تو اس وقت قریش کے قبیلوں کے درمیان سخت اختلاف ہوگیا کیونکہ ہر قبیلہ یہ چاہتا تھا کہ یہ شرف اسی کو ملے، دھیرے دھیرے کشیدگی بڑھتی گئی اور سب ایک دوسرے کے خلاف صف آراء ہوگئے، ''عبدالدار'' کے لڑکوں نے ایک بڑے پیالے میں خون بھر کر اپنے ہاتھ رنگین کئے اور مرنے کی قسم کھائی۔

یہ شدید اختلاف چار دن تک جاری رہا یہاں تک کہ قریش کے سب سے زیادہ سن رسیدہ ''ابوامیہ'' نے یہ تجویز پیش کی کہ اس وقت سب

سے پہلے جو مسجد میں داخل ہوا اسی شخص کو اس مسئلہ میں حَکم قرار دیں اور اس کے فیصلے کو ہم سب قبول کرلیں تاکہ یہ مسئلہ حل ہوجائے، قریش نے اس کی بات مان لی اور سب انتظار کرنے لگے ناگاہ رسول خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے جب لوگوں کی نگاہیں آپ پر پڑی تو کہنے لگے یہ تو محمدصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امین ہیں ہم سب ان کے فیصلے پر راضی ہیں، جب لوگوں نے پورا ماجرا بیان کیا تو آنحضرتصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک چادر لے آؤ، چادر لائی گئی پیغمبرصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُسے پھیلایا اور اس پر حجر اسود کو رکھ دیا اور فرمایا: ہر قبیلے کا سردار اس چادر کا ایک ایک گوشہ پکڑلے تاکہ سب کو یہ شرف مل جائے۔

قریش کے سرداروں نے ایک ایک گوشہ پکڑلیا اور اسے وہاں تک لائے جہاں نصب کرنا تھا، پیغمبر اسلامصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سوچا کہ اگر کسی ایک کو حجر اسود نصب کرنے کے لئے دیں تو لوگوں میں دوبارہ جنگ چھڑجائے گی اس لئے آپ نے خود اپنے دست مبارک سے حجر اسود اٹھاکر نصب کردیا اور اس طرح اپنی تدبیر سے اس مسئلہ کو حل کردیا۔[1]

اگرچہ اس زمانے میں پیغمبر اسلامصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کرلی تھی اور ہر سال رمضان المبارک کے مہینے میں خدا کی عبادت کے لئے

۱۔علامہ مجلسی، بحارالانوار، ج۱۵، ص۳۳۷.

''غارحرا'' میں جاتے تھے لیکن اس کے باوجود انسانی فضائل پر مشتمل پروگراموں میں بڑھ چڑھ کر شرکت کرتے تھے۔

انھیں پروگراموں میں سے ایک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عہدنامہ ''حلف الفضول'' میں شرکت کرنا تھا۔

مکہ کے بعض پہلوانوں نے آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ عہد وپیمان باندھا تھا کہ یتیموں اور بے سہارا لوگوں کی مدد کریں گے اور کسی ظالم و سرمایہ داروں کو بے سہاروں کی جان و مال اور عزت و آبرو پر تجاوز نہیں کرنے دیں گے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس عہد نامہ میں بھی شرکت کی اور بہت دنوں بعد اس سلسلے میں فرمایا تھا: میں نے ''عبد اللہ جذعان'' کے گھر میں قسم کھائی تھی کہ یہ مجھے پسند نہیں ہے یہاں تک کہ میں سرخ اونٹ کے ایک بال کو بھی توڑنا پسند نہیں کروں گا اور یہی قسم قریش کے قبیلوں کے درمیان جنگ بند ہونے کا سبب بنی، قریش کے سرداروں نے بھی قسم کھائی کہ جب تک گھاسیں ہری ہوں گی مظلوموں کی حمایت و مدد کریں گے۔

آغاز وحی

ابھی حضرت محمد مصطفیٰﷺ نے زندگی کی چالیسویں بہار میں قدم رکھا تھا اور غار حرا میں مصروف عبادت تھے کہ فرشتہ وحی جبرئیل امین نازل ہوئے اور کہا: پڑھئے۔

حضرتﷺ نے فرمایا: کیا پڑھیں؟

پیغمبرﷺ پر عجیب کیفیت طاری ہوئی آپ نے پھر وہی آواز سنی کہ اے محمد پڑھئے، تیسری مرتبہ پھر جبرئیل نے کہا: اے محمد اپنے پروردگار کے نام سے جس نے پیدا کیا اور انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا پڑھئے، آپ کا پروردگار سب سے زیادہ کریم ہے وہ خدا جس نے لکھنے کی تعلیم دی اور انسان کو وہ چیزیں تعلیم دیں جسے وہ نہیں جانتا تھا۔[1]

آنحضرتﷺ کے پورے وجود پر عجیب و ناقابل بیان کیفیت طاری تھی کیونکہ ایک عظیم و بزرگ دنیا سے رابطہ پیدا ہوگیا تھا، جبرئیل.... فرشتوں.... اور ملکوت اعلیٰ....، کائنات کے پروردگار سے آپ کی روح

---

[1] قرآن کریم، سورۂ علق.

مقدس محبت والفت سے سرشار ہو گئی تھی اور آپ عجیب کیفیت و نشاط کے عالم میں تھے۔

آپ غار حرا سے باہر تشریف لائے اور خانہ کعبہ کی طرف گئے اور اپنے کو ایک دوسرے عالم میں پایا جس وقت آپ غار حرا میں گئے تھے تو رسالت کی بشارت نہیں ملی تھی لیکن اب آپ پر عظیم ذمہ داری عائد ہو گئی تھی اور جانتے تھے کہ یہ ذمہ داری کوئی معمولی ذمہ داری نہیں ہے بلکہ بہت ہی حساس و باعظمت ہے لہٰذا اس کے بارے میں فکر کرنے لگے۔

خداوندعالم نے انبیاء علیہم السلام کی رسالت کو کہ جو انسانوں کی ہدایت و رہنمائی کے لئے تھی اس سے اپنے اولیاء کو واضح و روشن دلیلوں اور مستحکم گواہوں کے ذریعے مطمئن کردیا تھا تاکہ عزم محکم کے ساتھ انسانوں کی ہدایت و اصلاح کے لئے مطمئن ہوکر سعی و کوشش کریں اور انھیں کمال پر پہنچائیں۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقین کامل اور مستحکم ارادے کے ساتھ شہر واپس آگئے تاکہ اپنی رسالت کا آغاز کریں جب آپ بیت الشرف پہنچے تو آپ کی شریکہ حیات آپ کا انتظار کررہی تھیں جب جناب خدیجہ نے آپ کے چہرے کے اثرات دیکھے تو علت دریافت کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس رات ہونے والے تمام واقعات سے انھیں باخبر کیا، خدیجہ جو مدتوں سے پیغمبر کے ساتھ زندگی بسر کررہی تھیں اور آپ کے اخلاق و صفات سے مکمل طور پر آگاہ

تھیں فوراً ہی آپ کی باتوں کی تائید کی اور اسی وقت خداوندعالم اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت پر ایمان لائیں اور اپنے ایمان کا اعلان کردیا اور اس طرح کائنات کی تمام عورتوں سے پہلے آپ نے رسالت پیغمبر پر ایمان لانے کا شرف حاصل کیا اور یہ فضیلت خدیجہ سے ہمیشہ کے لئے مخصوص ہوگئی۔

حضرت ابوطالب علیہ السلام جو کثیر العیال تھے اور اس قحط کے زمانے میں بڑی ہی غربت و افلاس میں زندگی بسر کررہے تھے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے چچا کے چھوٹے بیٹے ''علی'' کو اپنے گھر لے گئے اور ایک مہربان باپ کی طرح تربیت و پرورش کررہے تھے۔

حضرت علی علیہ السلام پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں پروان چڑھ رہے تھے اور آپ کے اخلاق اور نیک کردار سے اُنس حاصل کررہے تھے اور دل و جان سے آپ کی پیروی و اطاعت کررہے تھے یہی وجہ ہے کہ دس سال کی عمر میں بصیرت کے تمام مراتب کے ساتھ آپ نے ظاہری طور پر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان کا اعلان کردیا اور اس طرح سابق الایمان ہونے کا شرف حاصل کیا۔

دوسری مرتبہ جبرئیل امین پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئے اور خداوندعالم کا یہ پیغام پہنچایا:

''اے میرے کپڑا اوڑھنے والے، اٹھو اور لوگوں کو ڈراؤ، اور اپنے رب کی بزرگی کا اعلان کرو، اپنے لباس کو پاکیزہ رکھو اور برائیوں سے پرہیز کرو''۔[۱]

اس حکم الٰہی کے بعد سے ہی پیغمبر اسلامﷺ نے بے پناہ اور انتھک کوششوں کے ساتھ لوگوں کو راہ راست پر لانا شروع کردیا اور دھیرے دھیرے لوگ اسلام قبول کرنے اور خدا و پیغمبرﷺ پر ایمان لانے لگے، پیغمبر اسلامﷺ نے ''زید بن ارقم'' کے گھر کو اپنا تبلیغی مرکز قرار دیا، کچھ مسلمان بڑی ہی خاموشی سے جاتے تھے اور بڑے ہی غور سے خداوندعالم کے پیغامات کو پیغمبر اسلامﷺ کی زبان سے سنتے تھے اور پھر اس فرمان الٰہی پر عمل پیرا ہوتے تھے۔

خداوندعالم کی وحدانیت کے بعد سب سے پہلی چیز جو پیغمبر اسلامﷺ اور آپ کی امت پر نازل ہوئی وہ نماز ہے، یہیں سے نماز کی عظمت کا اندازہ ہوجاتا ہے کہ نماز خدا اور انسان کے درمیان بنیادی روابط اور اس کی نعمتوں کے اعتراف کا نام ہے اسی وجہ سے پیغمبر اسلامﷺ اور تمام انبیاء و اوصیاء

۱۔ قرآن کریم، سورۂ مدثر، ابتدائی آیات.

اور اسلامی رہبروں نے نماز کو بہت زیادہ اہمیت دی ہے اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: ''نماز دین کا ستون ہے''۔[۱]

خداوندعالم نے جبرئیل امین کے ذریعہ نماز کو واجب قرار دیا اور اس کی کیفیت اور تمام شرائط کو بھی بیان کیا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجہ اور حضرت علی علیہ السلام کو اس کی تعلیم دی پھر ان لوگوں نے نماز جماعت قائم کی۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعثت کے بعد تین سال تک خفیہ تبلیغ کرتے رہے کیونکہ عرب کا ماحول بہت زیادہ خراب تھا اور بت پرستی اتنی زیادہ عام تھی کہ علی الاعلان تبلیغ کرنے کا موقع مناسب نہ تھا اور نہ ہی ماحول اس بات کی اجازت دے رہے تھے اگرچہ اس مدت میں پوشیدہ طور پر لوگوں کو اسلام کی دعوت دے رہے تھے اور اپنے عقائد سے لوگوں کے افکار کو زندہ کررہے تھے، مثلاً پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد الحرام اور منیٰ جیسے پُرجمعیت مقام پر حضرت علی علیہ السلام اور جناب خدیجہ کے ہمراہ مخالفین کے سامنے جماعت قائم کی اور اس طرح آپ نے مخالفین کے عقائد کے خلاف اپنی مخالفت کا اعلان کیا۔

---

[۱]۔ شیخ حر عاملی، وسائل الشیعہ، ج۳، ص۱۶۔

اس زمانے کے ایک تاجر ''عفیف'' کہتے ہیں: میں تجارت کی غرض سے عبدالمطلب کے بیٹے عباس کے پاس گیا تھا میں نے دیکھا کہ ایک شخص مسجد الحرام میں داخل ہوا سورج اور آسمان کی طرف دیکھا اور کعبہ کی طرف رخ کرکے نماز پڑھنے لگا تھوڑی دیر بھی نہ گذری تھی کہ ایک عورت اور ایک بچہ آیا انہوں نے بھی اس کے ساتھ نماز پڑھی میں نے عباس سے کہا یہ کون سا دین ہے جس سے میں بے خبر ہوں؟

عباس نے کہا: یہ شخص عبداللہ کا فرزند ہے اس کا عقیدہ ہے کہ زمین و آسمان کے پروردگار نے اسے انسانوں کی ہدایت کے لئے پیدا کیا ہے اور اس وقت اس کی پیروی کرنے والے یہ عورت خدیجہ بنت خویلد اور وہ بچہ علی بن ابی طالب ہے۔[۱]

اسلام، مخالفین کی بے انتہا سازشوں کے باوجود پروان چڑھتا رہا اور روز بروز مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہا اور جب علی الاعلان تبلیغ کرنے کا زمانہ سازگار ہوگیا تو خداندعالم نے پیغمبرﷺ کو حکم دیا کہ اپنے رشتہ داروں کو توحید کی دعوت دیں، پیغمبر اسلامﷺ نے علی علیہ السلام کو حکم دیا کہ لوگوں کے لئے کھانا تیار کریں اور تمام رشتہ داروں کو جن کی تعداد چالیس تھی انھیں دعوت دیں، سب کے سب حاضر ہوگئے، پھر وہ غذا جو ان میں

---

[۱]۔ طبری، تاریخ طبری، ج۱۱، ص۱۱۲۶.

سے ایک آدمی کے لئے بھی کافی نہ تھی اسے سب نے سیر ہو کر کھایا اور اس غذا میں ذرہ برابر بھی کمی نہ ہوئی یہ حالت دیکھ کر سب کو تعجب ہوا لیکن ابولہب نے بغیر سوچے سمجھے یہ کہہ دیا کہ یہ تو جادو ہے۔

اس دن پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ نہیں کہا اور لوگ اپنے اپنے گھر چلے گئے شاید پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاموشی اِس لئے تھی کہ جادو اور معجزے کا فرق خودبخود واضح ہوجائے کیونکہ اگر یہ کام جادو تھا تو جب سب لوگ گھر سے نکل رہے تھے سبھی کو بھوکا ہونا چاہیے تھا۔

دوسرے دن پھر پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں دعوت دی اور کھانے کا بالکل اسی طرح انتظام کیا گیا اور سب کے سب سیر ہوگئے اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے عبدالمطلب کی اولادو خداوندعالم نے مجھے تم لوگوں کو ڈرانے والا اور بشارت دینے والا قرار دیا ہے تم لوگ ایمان لاؤ اور میری پیروی کرو تاکہ سعادت مند ہوجاؤ، خدا کی قسم مجھے عرب میں کوئی بھی ایسا شخص نظر نہیں آیا جو مجھ سے بہتر تم لوگوں کے لئے پیغام لایا ہو میں تمھارے لئے دنیا و آخرت کی نیکیاں لایا ہوں اور اس خدائے واحد نے ہمیں حکم دیا ہے کہ تم لوگوں کو اسلام کی دعوت دوں تم میں سے کون ہے جو اس کام میں میری مدد کرے گا وہ تمھارے درمیان میرا بھائی، وصی اور میرا جانشین ہوگا۔

ان میں سے کسی نے بھی جواب نہیں دیا صرف علی علیہ السلام جن کی عمر سب سے کم تھی اُٹھے اور اپنی حمایت و نصرت کا اعلان کیا، پیغمبر ﷺ نے تین مرتبہ اسی بات کی تکرار کی مگر حضرت علی علیہ السلام کے علاوہ کوئی بھی نہیں اٹھا، اس وقت آنحضرت ﷺ نے علی علیہ السلام کی طرف اشارہ کرکے فرمایا:

''تمھارے درمیان یہ میرا بھائی، وصی اور جانشین ہے ان کی باتوں کو غور سے سنو اور اس پر عمل کرو۔[1]

اور اس طرح عام تبلیغ کے لئے زمین ہموار ہوگئی اور حضرت نے انتھک کوششوں کے ساتھ تبلیغ دین شروع کردی اور کوئی پل آرام نہیں کیا یہاں تک کہ اسلام کا پرچم فضا میں لہرانے لگا اور حقیقت نے پیش قدمی شروع کردی اور ہر طرف اسلام کا نور چمکنے لگا۔

---

[1] ۔ طبری، تاریخ طبری، ج۳، ص۱۱۷۱.

علانیہ تبلیغ

پیغمبر اسلامﷺ کی بعثت کو تین سال گذر گئے تھے اس مدت میں جب بھی پیغمبر اسلامﷺ یہ دیکھتے تھے کہ کوئی شخص بد اخلاقی کے بھنور میں گرفتار بیہودہ عقائد سے گھرا ہوا ہے اور شرک کے دلدل میں پھنسا ہوا ہے تو آپ محبت والفت، بہترین اخلاق اور شفقت سے اسے خدا کی طرف بلاتے تھے۔

اس کے بعد پیغمبر اسلامﷺ نے خدا کے حکم سے ارادہ کیا کہ اپنے پیغام کو عرب کے سارے قبیلوں تک پہنچانے کے لئے علانیہ تبلیغ کریں اس کام کے آغاز کے لئے پیغمبر اسلامﷺ کوہِ صفا پر تشریف لے گئے اور ایک بلندی پر کھڑے ہوکر آواز دی پیغمبر اسلامﷺ کی کوہِ صفا سے آواز ہر ایک کی توجہ کا مرکز بن گئی، لوگ اپنے گھروں سے نکل کر جوق در جوق پیغمبرﷺ کی خدمت میں آنے لگے اور کافی تعداد میں لوگ جمع ہوگئے، پیغمبر اسلامﷺ نے ان لوگوں سے فرمایا: اے لوگو، اگر ہم تم سے یہ کہیں

کہ دشمن تم پر اچانک حملہ کرنے والا ہے تو کیا تم میرے قول کی تصدیق کروگے؟

سب نے ایک زبان ہو کر کہا: ہاں یا رسول اللہ ہم نے آج تک آپ کی زبان سے جھوٹ نہیں سنا ہے۔

پیغمبر اسلامﷺ نے فرمایا: اے گروہ قریش ، میں تمھیں خدا کے عذاب سے ڈراتا ہوں، اپنے کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔

پھر ارشاد فرمایا: تمھارے درمیان میری حیثیت تو اس نگہبان جیسی ہے جو دشمن کو دور سے دیکھ رہا ہے اور اپنی قوم کو آنے والے خطروں سے باخبر کررہا ہے کیا ایسا شخص اپنی قوم سے غلط بیانی کرسکتا ہے؟

ابولہب کو یہ خوف محسوس ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ پیغمبرﷺ کی باتیں لوگوں کے دلوں میں بیٹھ جائے اور انھیں متاثر کر دے اس لئے اس نے غیر مہذب اور ناشائستہ الفاظ کے ذریعے پیغمبرﷺ کی بات کاٹ دی۔

ابولہب نے جو یہ جسارتیں اور شان پیغمبرﷺ میں بے ادبی کی تھی پروردگارنے اس کی جزا میں سورۂ لہب نازل کیا اور اس کی بیوی کو عنقریب عذاب کا مژدہ سنایا۔[۱]

---

[۱] ۔ طبری، تاریخ طبری، ج ۳، ص ۱۱۷۰۔

پیغمبر اسلام ﷺ کی دلنشیں اور منطقی باتوں نے لوگوں کے قلوب کو متاثر کیا وہ گروہ جو مکہ کی بے عدالتی وبدترین حالات کا شکار تھا ان میں صبح نوید وامید کے دریچے کھول دیئے اور ان کے نیم مردہ جسم میں تازہ روح پھونک دی لیکن قریش کے کج فکر سرداروں نے جب اپنی دولت وثروت پر خطرات کے بادل منڈلاتے ہوئے دیکھا تو آنحضرت ﷺ کی بات نہ مانی اور مخالفت کرنے لگے، ان لوگوں نے ایک میٹنگ کی اور بہت دیر گفتگو کرنے کے بعد ارادہ کیا کہ سب قریش کے سردار حضرت ابوطالب کے گھر جائیں اور ان سے جو کہ پیغمبر ﷺ کی سرپرستی کررہے تھے کہیں کہ جیسے بھی ہو پیغمبر ﷺ کو اس تبلیغ سے منع کردیں تاکہ وہ اپنے دین کو نہ پھیلائیں۔

لوگ حضرت ابوطالب کے گھر آئے اور بہت دیر تک گفتگو کی لیکن حضرت ابوطالب نے بڑی ہی خوبصورتی سے انھیں خاموش کرکے واپس کردیا اور پیغمبر ﷺ نے اپنا تبلیغی مشن جاری رکھا۔

قریش پھر دوبارہ حضرت ابوطالب کے گھر آئے اور کہا: آپ محمد کو اس کام سے روک دیجئے ورنہ ہم ان سے اور آپ سے جو ان کے حامی وطرفدار ہیں جنگ کریں گے یہاں تک کہ ہم میں سے ایک ختم ہوجائے۔

حضرت ابوطالب نے پیغمبر اسلام ﷺ سے پورا ماجرا بیان کیا پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا: اے چچا جان خدا کی قسم اگر یہ لوگ میرے داہنے ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند بھی رکھ دیں تاکہ میں اپنے مشن

سے پیچھے ہٹ جاؤں جب بھی میں ایک قدم بھی اسلام کی تبلیغ سے باز نہیں آؤں گا مگر یہ کہ اس راہ میں اپنی جان قربان کردوں یا پھر اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤں ، پھر غمزدہ ہو کر وہاں سے اٹھ کر چلے گئے حضرت ابوطالب نے واپس بلایا اور فرمایا: خدا کی قسم میں تمھاری حمایت ونصرت سے ہر گز دستبردار نہیں ہوؤں گا اور ان لوگوں کو ہر گز اس بات کی اجازت نہیں دوں گا کہ وہ تمہاری طرف انگلی اٹھا سکیں۔

اس کے بعد وہ اشعار پڑھے جو اپنے بھتیجے کی شان میں کہا تھا[1]

قریش پھر '' عمارۃ بن ولید '' کو لے کر حضرت ابوطالب کے پاس آئے اور کہا: یہ ایک خوبصورت وطاقتور جوان ہے ہم اسے آپ کے سپرد کررہے ہیں آپ اسے اپنے بیٹے کے عنوان سے قبول کرلیجئے اور اپنے بھتیجے کی حمایت سے دستبردار ہوجایئے۔

حضرت ابوطالب سخت ناراض ہوئے اور کہا: تمھاری یہ پیشکش کتنی بدترین ہے میں تمھارے بچے کی حفاظت کروں اور اپنے بیٹے کو تمھارے حوالے کردوں تاکہ تم انھیں قتل کردو، خدا کی قسم میں ایسا ہر گز نہیں کروں گا۔

---

[1]۔ ابن کثیر، تاریخ ابن کثیر، ج۲، ص۴۲.

قریش دوبارہ پیغمبر اسلام ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے: اگر آپ کو مال وثروت چاہئیے تو ہم آپ کو عرب کا سب سے امیر آدمی بنادیں گے اور اگر شرافت وسرداری چاہئیے تو ہم آپ کو اپنا سردار بنا نے کے لئے تیار ہیں اگر آپ کو سلطنت و بادشاہت چاہئیے تو ہم آپ کو اپنا بادشا ہ بنانے کے لئے تیار ہیں آپ جس چیز میں مبتلا ہیں اور اس کو وحی بتا رہے ہیں تو ہم ماہر حکیم سے آپ کا علاج کرادیں مگر شرط یہ ہے کہ آپ تبلیغ اسلام سے باز آجائیں اور ہمارے خداؤں اور عقائد کو برا نہ کہیں۔

پیغمبر اسلام ﷺ نے جواب میں فرمایا: مجھے نہ تمھارے مال ومتاع کی حاجت ہے اور نہ ہی ہم تمھاری بادشاہت وسلطنت کے خواہاں ہیں خداوند عالم نے مجھے پیغمبر بنایا ہے اور مجھ پر کتاب نازل کی ہے۔

اور مجھے یہ ذمہ داری سونپی ہے کہ میں تم لوگوں کو عذاب سے ڈراؤں اب اگر تم لوگ میری پیروی کرو گے تو کامیاب ہوجاؤ گے اور اگر میرے پیغام کو قبول نہیں کیا تو میں صبر واستقامت سے کام لوں گا یہاں تک کہ ہمارے اور تمھارے درمیان خدا فیصلہ کردے۔

پھر پیغمبر اسلام ﷺ نے ان سے فرمایا: کیا میں تم لوگوں سے وہ بات نہ کہوں جس میں تمھاری دنیا وآخرت کے لئے بھلائی ہے اور تمھیں سرداری نصیب ہوگی؟

ابوجہل نے کہا: ایک بات کیا ہم تو آپ کی دس باتیں سننے کے لئے تیار ہیں۔

پیغمبر اسلامﷺ نے فرمایا: لا الہ الا اللہ (خدا کے علاوہ کوئی معبود نہیں) کہو۔

قریش کے سردار ناراض ہوگئے اور کہا: اس کے علاوہ کوئی چیز طلب کرو۔

پیغمبر اسلامﷺ نے فرمایا: اگر تم لوگ میرے داہنے ہاتھ میں سورج رکھ دوگے تب بھی تم لوگوں سے اس کے علاوہ کسی چیز کا مطالبہ نہ کروں گا۔[1]

جب قریش کے سرداروں کو بخوبی اندازہ ہوگیا کہ ان کی گفتگو بے نتیجہ ہے تو ان لوگوں نے ارادہ کیا کہ اب کوئی سخت موقف اپنائیں گے۔

---

[1] ۔ طبری، تاریخ طبری ج۳، ص۱۱۷۶.

راستے کی پریشانیاں اور قریش کی ایذائیں

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز تبلیغ کو خاموش کرنے کے لئے قریش کے سرداروں نے طرح طرح کے امور انجام دیئے سب سے پہلے ان لوگوں نے دنیاوی مال ومتاع اور جاہ وسلطنت کی لالچ دلائی اور جب اس کام سے انھیں مایوسی ہوئی تو انہوں نے آپ کا مذاق اڑانا شروع کردیا اور چاہا کہ آپ کی رسالت کو مضحکہ خیز بنادیں لیکن جب اس سے بھی کوئی نتیجہ نہ نکلا تو دھمکیاں دیں اور طرح طرح سے ڈرانے کی کوشش کی لیکن جب اس کا بھی کوئی اثر نہ ہوا تو مختلف طریقوں سے اذیت پہنچانے لگے۔

اس طرح سے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں نئے باب کا آغاز ہوا انسانیت کے اصول وضوابط اور اخلاق کو بالائے طاق رکھا گیا چمکتے نیزوں اور آبدار تلواروں کا بازار گرم ہوگیا اور تمام کوششیں اس بات پر ہونے لگیں کسی بھی طرح سے اسلام کا پیغام عام نہ ہونے پائے اور اسلام پھیل نہ سکے، جب عرب کے جاہل ونادان لوگوں نے دیکھا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پتھر

اور لکڑی کے بنے ہوئے خداؤں کا مذاق اڑا رہے ہیں اور ان کے عقائد کو بے وقعت قرار دے رہے ہیں تو وہ لوگ سخت ناراض ہوئے اُدھر قریش کے سرداروں کا مطمح نظریہ تھا کہ وہ ہمیشہ عربوں پر حکومت کرتے رہیں، سود خواروں کی یہ کوشش تھی کہ وہ غریبوں کا خون چوستے رہیں ، طاقتور پہلوانوں کی یہ آرزو تھی کہ وہ تلوار و نیزہ کے بل بوتے پر لوگوں کا مال اور ان کی عزت وناموس کو لوٹتے رہیں اور لاچار مزدور طبقے کا اسی طرح استحصال کرتے رہیں خلاصہ یہ کہ یہ نیا قانون اسلام کہ جو برادری ومساوات کے معیار پر استوار تھا، قریش کی سخت مخالفت سے روبرو ہوا کیونکہ وہ اس کو اپنے لئے بہت بڑا خطرہ محسوس کررہے تھے اس مخالفت میں پیش پیش رہنے والے افراد ابوجہل، ابوسفیان، ابولہب، عاص بن وائل، عتبہ، شیبہ، ولیداور عقبہ تھے۔

انہوں نے مختلف طرح سے ایذائیں پہنچائیں ناسزا الفاظ کہے، طرح طرح کی تہمتیں لگائیں مختلف طریقے سے اذیت وآزار پہنچایا، مذاق اڑایا، اقتصادی ناکہ بندی کی اور سماجی بائیکاٹ کیا یہ وہ چیزیں تھیں جسے قریش نے پیغمبر اسلام ﷺ اور آپ کے دوستوں کے خلاف انجام دی تھیں۔

کبھی پیغمبر ﷺ کی طرف جھوٹ کی نسبت دیتے تھے اور حضرت سے معجزہ دکھانے کا مطالبہ کرتے تھے، کبھی پیغمبر ﷺ سے یہ کہتے تھے کہ آپ صفا ومروہ کی دونوں پہاڑی کو سونے میں تبدیل کرکے ہمیں عطا کردیجئے

اور کبھی یہ مطالبہ کرتے تھے کہ چشمۂ زمزم سے بھی بہتر ہمارے لئے زمین پر چشمہ جاری کردیجئے یا پھر پہاڑوں کو چلاکر اور مردوں کو زندہ کرکے ہمیں دکھایئے۔

بہت دنوں تک یہ خبر عام کردی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جھوٹے، جادوگر اور دیوانے ہیں اور آپ سے ملاقات پر پابندی عائد کردی یہاں تک کہ پورے عرب حبشہ سے لے کر مدینے تک یہ خبر پھیل گئی کہ مکہ کے لوگوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے شہر سے نکال باہر کردیا۔

ایک دن اشراف قریش نے ولید سے کہا تم تو عقلمند انسان ہو ہمیں بتاؤ کہ محمد کیا کہہ رہے ہیں؟اشعار ہیں، جادو ہے، یا تقریر؟

ولید نے کہا تھوڑا صبر کرو میں ان باتوں کو غور سے سنوں۔

پھر وہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجر اسود کے پاس کھڑے قرآن کریم کی تلاوت میں مصروف تھے ولید نے کہا: اے محمد میرے لئے کچھ اشعار پڑھئے۔

حضرت نے فرمایا: جو میں پڑھ رہا ہو ں وہ اشعار نہیں ہیں، بلکہ خدا کا کلام ہے، وہ کلام جو اس نے اپنے فرشتوں، پیغمبروں اور رسولوں کے لئے منتخب کیا ہے۔ولید نے کہا: جو بھی ہے تھوڑا سا مجھ کو پڑھ کر سنایئے۔

پیغمبر اسلامﷺ نے سورہ سجدہ کی تلاوت شروع کی اور اس آیت تک پہنچے ''اگر کافر خدا سے منھ پھیر لیں تو ان سے کہو: جس طرح میں نے قوم عاد وثمود پر بجلی چمکائی اور وہ ہلاک ہوگئے اسی طرح تم پر بھی بجلی چمکاؤں گا۔

ولید کا بدن لرز گیا وہ زمین پر گر پڑا اور اس کا پورا بدن پسینے سے شرابور ہوگیا وہ سیدھے اپنے گھر کی جانب گیا اور اپنے بستر پر گر پڑا۔

جب اشراف قریش ولید کی واپسی سے مایوس ہوگئے تو ابوجہل کے پاس آئے اور کہا لگتا ہے کہ ولید مسلمان ہوگیا کیونکہ وہ ہمارے پاس واپس نہیں آیا ہے۔

ابوجہل ولید کے گھر گیا اور اس سے کہا: اے چچا کیا آپ نے محمد کا دین قبول کرلیا اور ہمیں ذلیل وخوار کردیا؟

ولید نے کہا میں ان پر ایمان نہیں لایا ہوں لیکن ان سے میں نے عجیب وغریب کلام سنا ہے جسے سن کر میرا پورا جسم لرز گیا ان کاکلام نہ شعر ہے نہ خطابت ، بہتر ہے ہم لوگوں سے یہ کہیں کہ ان کا کلام سحر وجادو ہے کیونکہ وہ دلوں کو اپنی طرف جذب اور لرزہ براندام کرتا ہے۔[۱]

۱۔ سعید حویٰ، الرسول، طبری، ج۱، ص۹۳.

ایک دن قریش نے ''عتبہ'' کو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھیجا تاکہ انھیں مال ومتاع کی لالچ دلائیں اور رشوت دے کر انھیں خاموش کردیں ، عتبہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے لئے سورۂ فصلت کی تلاوت کی یہاں تک کہ آیتِ سجدہ پر پہنچے اور سجدہ بجالائے اور پھر اس سے فرمایا: اے ولید کے باپ ، تم نے بغیر کسی شک وشبہ اور تردید کے آیات الٰہی کو سنا اب تم خود ہی اس کے بارے میں فیصلہ کرو۔

عتبہ کے چہرہ کا رنگ اڑا ہوا تھااور وہ بہت ہی زیادہ مضطرب وپریشان تھا، وہ اپنے دوستوں کے پاس واپس آیا اور کہا: میں نے ایسا کلام سنا ہے کہ اس سے پہلے کبھی بھی نہیں سنا تھا خدا کی قسم ان کا کلام نہ شعر ہے اور نہ ہی جادو!

پھر اپنے دوستوں کو نصیحت کی اور کہا: میری نظر میں بہتر یہی ہے کہ محمد کو ان کے حال پر چھوڑ دیں کیونکہ ان کی گفتگو میں بہت ہی پر مغز اور بڑی خبر موجودہے اگر قریش کے علاوہ کوئی انھیں ختم کرے گا تو ان کا خاتمہ ہمارے علاوہ کسی دوسرے کے ہاتھوں ہوگا اگر وہ اعراب پر غالب آگئے تو جو کچھ بھی حاصل ہوگا وہ ہم قریش کا حصہ ہوگا ان کی عزت اور شان وشوکت وسربلندی وسرفرازی سب ہمارے شامل حال ہوگی اور غیر قریش کی نظر میں ہماری عزت وشوکت ہوگی۔

قریش کے سردار، عتبہ کی بات سن کر بہت ہی سخت ناراض ہوئے اور کہا: اپنے خداؤں کی قسم محمد نے اپنی زبان سے تم پر جادو کردیا ہے۔[۱]

جب قریش کو یہ احساس ہوا کہ محمد کا دین روزبروز تیزی سے پھیل رہا ہے اور ان وحشیانہ اذیتوں اور تکلیفوں کے باوجود بھی کوئی نتیجہ نظر نہیں آیا تو ان لوگوں نے پیغمبرﷺ اور ان کے چاہنے والوں کو جسمانی اذیتیں دینے کا ارادہ کرلیا اور ایسی وحشیانہ اذیتیں پہنچائی جس کا مختصرا یہاں ذکر کررہے ہیں، مثلا انہوں نے پیغمبرﷺ کے گھر پر پتھر پھینکا، آپ کے سرِمبارک پر گندی اوجھڑی ڈالی، حالت نماز میں پیغمبرﷺ کے سر پر غلاظت پھینکا، آپ کے گھر کے سامنے گندگی اور کوڑا پھینکا، آپ کے راستے میں کانٹا بچھایا اور حضرت کے سر پر مٹی وخاک ڈالا۔

ایک دن عقبہ نے قریش کے مجمع میں آنحضرتﷺ کی گردن اس طرح دبائی کہ عنقریب تھا کہ آنحضرتﷺ کی روح بدن سے نکل جاتی، اسی طرح ایک دن ابوجہل نے نماز کی حالت میں پیغمبرﷺ کی گردن میں چکی کا پاٹ لٹکا دیا صرف اتنی ہی جسارتیں نہیں کی بلکہ وہ لوگ بچوں کو سکھاتے تھے کے جب پیغمبرﷺ راستے سے گذریں تو ان پر ڈھیلے اور پتھر پھینکنا تاکہ وہ زخمی ہوجائیں۔

۱۔ سعید حویٰ، الرسول، ج۱، ص۹۳.

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان تمام مصیبتوں اور اذیتوں کو برداشت کرتے رہے اور اسے بندگی سمجھتے رہے، اور کبھی فرماتے تھے کسی بھی پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اتنی اذیتیں نہیں دی گئیں جتنی مجھے پہنچائی گئی۔

اسی طرح ایک دن پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ کی گلیوں سے گذر رہے تھے اور بلند آواز سے فرمارہے تھے اے لوگو ''لا الہ الا اللہ'' کہو فلاح اور کامیاب ہو جاؤ گے۔

ادھر ابولہب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پتھر مارتا تھا یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قدم مبارک زخمی ہوگیا لیکن پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے رہے اور ابولہب چلاتا پھر رہا تھا:

اے لوگو یہ شخص جھوٹا ہے اس کی باتوں پر دھیان نہ دو۔

قریش صرف پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہی اذیت وپریشان نہیں کر رہے تھے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چاہنے والوں کو بھی سخت اذیتیں پہنچائیں اور ان پر وحشیانہ مظالم ڈھاتے تھے۔

ایک دن پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راستے سے گذر رہے تھے کہ دیکھا دشمن اسلام، عمار یاسر اور ان کے گھروالوں پر مظالم ڈھارہے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے خاندانِ عمار میں تم لوگوں کو جنت کی بشارت دیتا ہوں۔

مشرکین ان لوگوں کو عرب کی چلچلاتی دھوپ میں انہیں ان کے گھر سے باہر نکالتے اور آگ برساتے ہوئے سورج کے نیچے تکلیف پہنچاتے تھے اور یہ صرف اس لئے کرتے تھے تاکہ یہ لوگ اپنے دین سے دستبردار ہوجائیں۔

جناب عمار یاسر کی والدہ ''سمیہ'' اسلام کی وہ پہلی شہید ہیں جن کو ابوجہل نے شہید کیا اور اسی طرح ظلم وستم کی تاب نہ لاکر جناب عمار کے والد ماجد یاسر نے بھی جام شہادت نوش کیا، جناب عمار پر بھی بہت زیادہ مظالم ڈھائے گئے مگر آپ نے پیغمبرﷺ کے حکم سے تقیہ کیا اور موت سے نجات حاصل کی۔

بلال حبشی پیغمبر اسلامﷺ جو ایک غلام تھے ان کے مالک نے بھی پر بہت زیادہ ظلم وستم کیا، چلچلاتی دھوپ جھلساتی دوپہر میں انھیں گرم دہکتی ریت پر لٹایاجاتا تھا اور ایک بہت بھاری پتھر ان کے سینے پر رکھاجاتا تھا تاکہ وہ اسلام سے منھ پھیر لیں اور بتوں کی عبادت کرنے لگیں بلال حبشی قریش کی تمام سختیوں کا ڈٹ کرمقابلہ کرتے رہے اور ان کے جواب میں صرف ایک کلمہ ''احد احد'' یعنی خدا ایک ہےاور کہتے رہے کہ میں شرک اختیار نہیں کروں گا اور نہ ہی بتوں کی پرستش نہیں کروں گا۔

''خباب'' کہتے ہیں: میں نے ایک دن پیغمبرﷺ کو دیکھا جو زیرِ سایۂ کعبہ آرام فرمارہے ہیں اور اپنے پیراہن کو سر کے نیچے رکھے ہیں، مشرکین مکہ ہم پر سخت مظالم ڈھا رہے تھے میں نے آنحضرتﷺ سے کہا: آپ

کیوں بددعا نہیں کرتے اور خدا سے ان کے شر سے محفوظ رہنے کی دعا نہیں کرتے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کے چہرے کا رنگ اڑا ہوا تھا فرمایا: کافر اور دشمنانِ خدا پچھلی امتوں میں مومنین پر بے پناہ ظلم واذیت کرتے تھے اور لوہے کی قینچی سے ان کے گوشت وکھال کو ان کی ہڈیوں سے جدا کرتے تھے لیکن وہ لوگ دین اسلام سے دستبردار نہیں ہوئے ان کے سروں پر آرے چلاکر ان کے سروں کو دو حصوں میں کردیتے تھے لیکن اس کے باوجود انہوں نے دین کو نہیں چھوڑا یہاں تک کہ پروردگار عالم نے مختصر سی مدت میں انھیں ان مشکلات سے نجات دی وہ کسی بھی طرح کا خوف محسوس نہیں کرتے تھے بلکہ وہ صرف خداوند عالم کے قہر وغضب سے خوفزدہ تھے لیکن تم لوگ ڈرپوک اور بے حوصلہ ہو۔[1]

خدا پرستوں کی کفار مکہ سے جنگ اس حد تک پہنچ گئی کہ قابل تحمل نہ رہا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو نجات دینے کے لئے تدبیر کرنے لگے لہٰذا کچھ مسلمانوں کو حبشہ جانے کی ترغیب دلائی تاکہ بت پرستوں کی سختیوں سے محفوظ رہیں پہلی مرتبہ گیارہ مردوں اور چار عورتوں نے حبشہ جانے کی اجازت طلب کی اور حبشہ کی طرف روانہ ہوگئے۔

---

[1]۔ امین دویدار، صور من حیاۃ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ص ۱۵۸۔

امپراطور روم کے حکم سے اس کا نمائندہ ''نجاشی'' حبشہ میں حاکم تھا، وہ خدا پرست اور عادل ومہربان شخص تھا اور مسیح علیہ السلام کے دین پر عقیدہ رکھتا تھا، مسلمان تین مہینے تک حبشہ میں رہے۔

یہاں تک کہ حبشہ میں خبر پھیلی کہ مکہ کے تمام لوگ آنحضرت پر ایمان لائے ہیں، لہٰذا یہ لوگ خوشی خوشی مکہ واپس چلے گئے لیکن جب مکہ پہنچے تو حالات کو بالکل اسی طرح پایا جیسے پہلے تھا مکہ کے لوگ آج بھی اسلام اور مسلمانوں کے دشمن بنے ہوئے تھے اور ان پر ظلم وستم ڈھا رہے تھے۔

آنحضرتﷺ نے پھر ہجرت کرنے کا حکم دیا اس مرتبہ ۸۰ مرد اور ۸۱ عورتوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی اس گروہ میں سب سے آگے جعفر بن ابیطالب اور ان کی شریکہ حیات تھیں جب یہ لوگ حبشہ پہنچے تو نجاشی نے گرم جوشی سے ان سب کا استقبال کیا۔

مسلمانوں کی ہجرت نے قریش کو حیران ومضطرب کردیا ان کو یہ خوف ستائے جارہا تھا کہ حبشہ میں اسلام پھیل نہ جائے اور ان کی عاقبت خطروں میں پڑ جائے لہٰذا رخنہ ڈالنے کی فکر کرنے لگے اور عمروعاص مکار زبان دراز کو بعض بزرگان قریش کے ساتھ بے انتہا قیمتی تحفہ دے کر نجاشی کے پاس بھیجا تاکہ اسے دھوکہ دے سکے۔

نجاشی کے سامنے جعفر اور کفارقریش کے درمیان مناظرہ ہوا آخر میں جعفر نے لوگوں کے سامنے سورہ مریم کی تلاوت کی یہ سورہ حضرت عیسیٰ

علیہ السلام اور آپ کی طیب وطاہرمادر گرامی جناب مریم علیہ السلام کے بارے میں ہے تمام موجود افراد بہت زیادہ متاثر ہوئے اور سب کے سب رونے لگے نجاشی جس کا دامن دولت اسلام سے مالامال تھا اس نے کفار قریش کو خالی ہاتھ واپس کردیا اور اس طرح بہت سے مسلمان جو برسہا برس سختی وپریشانی برداشت کررہے تھے آرام وسکون سے زندگی بسر کرنے لگے۔

مشرکین مکہ جو حبشہ میں اپنے مقصد میں ناکام ہوئے تھے وہ اب مسلمانوں کے خلاف زیادہ سازشیں کرنے لگے مکہ کے کفر وشرک کے سرداروں نے ایک معاہدے پر دستخط کئے اور اس معاہدے کے مطابق مسلمانوں سے خرید وفروخت، ایک دوسرے کے یہاں آنا جانا شادی بیاہ، معاملات ظاہرو مخفی ملاقاتوں اور سماجی بائیکاٹ کردیا اس معاہدے پر قریش کے چالیس سرداروں نے دستخط کرکے تھے اور کعبہ کی دیوار پر لٹکا دیا تھا۔

مجبورا مسلمانوں نے ''شعب ابوطالب'' میں پناہ لی حضرت ابوطالب علیہ السلام نے درہ کے چاروں طرف محاصرہ کرکے محافظ معین کردیئے تاکہ دشمن ان پر حملہ نہ کرسکے مسلمان چونکہ محاصرے میں تھے لہذا ان کے پاس کھانے پینے کا سامان اور پہننے کے لئے کپڑا بھی نہیں تھا، اسی وجہ سے بہت ہی سخت حالات میں زندگی بسر کررہے تھے وہ اکثر روزہ رکھتے اور جو

مختصر کھانا وہاں پوشیدہ طور پر آجاتا تھااسے کھا کر اپنی بھوک وپیاس مٹاتے تھے۔

یہ محاصرہ تین سال تک جاری رہا اس مدت میں بہت سے مسلمان بیمار پڑ گئے اور خدا کو پیارے ہوگئے حضرت خدیجہ بھی جنھوں نے اپنی تمام دولت وثروت اسلام پر نچھاور کردی تھی بستر علالت پر پڑ گئیں اور کچھ دنوں میں خالق حقیقی سے جاملیں، اپنے مہربان شوہر کو تنہا چھوڑ دیا اور اپنی کمسن بیٹی فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو مغموم کردیا اس کے کچھ ہی مہینوں بعد حضرت ابوطالب کی وفات ہوگئی اور اس طرح ہمیشہ سے زیادہ پیغمبرﷺ تنہا اور بے مونس ویاور ہوگئے۔

مسلمان اس سال کو ''عام الحزن''رونے کا سال کہتے ہیں، اور حضرت کی بعثت کو دس سال گذر چکے تھے۔

تین سال کی سخت ناقابل قبول رنج ومصیبت برداشت کرنے کے بعد جب کہ مسلمان ضعیف وناتواں فولاد کی طرح تھے اور مشرکین مکہ جو مسلمانوں کے ارادہ واستقامت کو ختم کرنے میں ناکام ہوچکے تھے ایک مرتبہ پھر صاحبان ایمان پر خداوندعالم کا لطف وکرم شامل حال ہوا اور حکم پروردگار سے دیمک نے ان کے معاہدے کو کھا لیا صرف معاہدے کے اوپر خداوند عالم کا نام باقی بچا خدا وند عالم نے وحی کے ذریعے یہ خبر پیغمبرﷺ تک پہنچائی، پیغمبرﷺ نے قریش کے سرداروں کو بلایا اور انھیں اس بات سے

مطلع کیا ان لوگوں نے عہد کیا کہ اگر یہ خبر صحیح ہوئی تو کبھی بھی مسلمانوں پر ظلم وستم نہیں کریں گے ، جب وہ لوگ کعبے کے پاس گئے تو اپنے معاہدے کو بالکل ویسا ہی پایا جیسا کہ پیغمبر ﷺ عظیم الشان نے بیان کیا تھا، لہٰذا مسلمانوں کے محاصرے کو ختم کردیا اور تمام لوگ شہر واپس آگئے۔

کچھ دنوں بعد رسول خدا ﷺ نے ارادہ کیا کہ ''طایف'' اسلام کی تبلیغ کے لئے جائیں ، اس سفر میں پیغمبرکے ہمراہ زید بن حارثہ تھے آنحضرت ﷺ نے طائف میں ایک مہینے قیام فرمایا اور اس مدت میں وہاں کے بزرگوں، سرداروں اور برجستہ شخصیتوں سے ملاقات کی مگر یہ لوگ مکہ والوں سے بھی زیادہ سنگدل اور بے رحم تھے ان لوگوں نے پیغمبر ﷺ کی شان میں بڑی ہی بے ادبی اور جسارتیں کی۔

ان لوگوں نے صرف پیغمبر اسلام ﷺ کی دعوت کو ٹھکرانے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ غلاموں، پاگلوں اور بچوں کو بھی پیغمبر ﷺ کے خلاف بھڑکایا، پھر کیا تھا لوگ پیغمبر ﷺ کا مذاق اڑانے لگے، برا بھلا کہا اور پیغمبر ﷺ پر پتھر مارنے لگے جس کی وجہ سے آپ بہت شدید زخمی ہوگئے یہاں تک کہ آپ کا سرِ مبارک شگافتہ ہو گیا اور خون جاری ہوگیا پیغمبر ﷺ نے مجبورا ایک باغ میں پناہ لی، باغ کا نوکر ''عِداس'' جو اس باغ کے کام انجام دیتا تھا، وہ پیغمبر اسلام ﷺ کے لئے کچھ انگور لایا پیغمبر اسلام ﷺ نے پہلے بسم اللہ

الرحمٰن الرحیم کہا اور پھر انگور کا خوشہ اس سے لیا عداس نے بہت ہی تعجب سے کہا یہاں کے لوگ تو یہ کلمہ زبان پر جاری نہیں کرتے۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پوچھا اے عداس تم کہاں کے رہنے والے ہو اور تمھارا دین کیا ہے؟ عداس نے کہا: میں نینوا کا رہنے والا ہوں اورحضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پیرو ہوں۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : پس تم متّیٰ کے بیٹے یونس کی سرزمین سے ہو وہ بہت ہی نیک اور پاکیزہ شخص تھے۔

یہ سن کر عداس جو بہت ہی حیران و متعجب ہوگئے تھے پوچھا آپ یونس کو کیسے پہچانتے ہیں؟

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ میرے بھائی ہیں وہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے میں بھی پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں اور مجھے خدا نے بھیجا ہے عداس نے فورا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سرِمبارک کو اپنی آغوش میں لیا، حضرت کے ہاتھوں کا بوسہ لینے لگا اور پھر اسلام قبول کرلیا اور اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک مہینے کی ظلم وآزار سے بھری تبلیغ کا بہترین نتیجہ یہ نکلا کہ ایک عیسائی غلام نے اسلام قبول کیا۔

ہجرت

پیغمبر اسلامﷺ مکہ والوں کی مسلسل مخالفت ، کارشکنی اور ایذا رسانی کے مقصد سے آگاہ تھے اور آپ خوب جانتے تھے کہ یہ لوگ جو بے جا تعصب ، غلط اور جاہلی رسم ورواج میں گرفتار ہیں وہ آسانی سے اپنے باطل عقائد و افکار سے دستبردار نہیں ہوئے اور ان کو گرداب ہلاکت سے نجات دلانے کے لئے بے شمار قربانیوں اور فداکاریوں کی سخت ضرورت ہے۔

پیغمبر اسلامﷺ تیرہ سال تک مکہ میں طرح طرح کی مخالفتوں کا مقابلہ کرتے رہے لیکن دشمنوں نے اپنا شیطانی رویہ نہیں بدلا اور اپنی پوری طاقت وتوانائی اسلام کے خلاف صرف کردی، ایسے حالات میں پیغمبر اسلامﷺ کی عملی رسالت اس بات کا تقاضا کررہی تھی کہ مرکز تبلیغ کو بدل کر کسی مناسب مقام کو اختیار کیا جائے تاکہ وہاں تبلیغ کا مرکز بنایاجائے اور مکہ سے ہجرت کرکے پر سکون جگہ چلا جانا چاہئیے۔

یثرب مکہ کے نزدیک ایک شہر تھا جس میں دو قبیلے ''اوس وخزرج'' زندگی بسر کرتے تھے قبیلہ'' خزرج '' کے بعض بزرگ افراد حج کے زمانے میں مکہ گئے تھے مسجد الحرام میں پیغمبر اسلامﷺ سے ملاقات ہوئی پیغمبرﷺ نے ان لوگوں کو اسلام لانے کی دعوت دی وہ اسلام جو صلح وبرادری کا دین ہے، یہ لوگ بھی قبیلۂ اوس کے نسلی اور قدیمی اختلافات سے عاجز آچکے تھے ، انھیں اسلامی تعلیمات میں اپنی گمشدہ چیز نظر آئی اور انہوں نے جان ودل سے اسلام قبول کرلیا یہ لوگ مکہ سے یثرب واپس آگئے اور اپنے خاندان والوں کو بھی اسلام کی دعوت دی دوسرے سال حج کے موقع پر یثرب کے نو مسلم بارہ افراد مکہ گئے اور بہت ہی سختی وپریشانی کے بعد پیغمبرﷺ سے ملاقات کی اور جب یہ لوگ یثرب واپس جانے لگے تو پیغمبر اسلامﷺ سے درخواست کی اے پیغمبرﷺ ہمارے ساتھ ایک مبلغ کو بھیج دیجئے پیغمبرﷺ نے مصعب بن عمیر کو ان کے ہمراہ روانہ کیا۔

مصعب اشراف قریش کا ایک ذہین و ہوشیار جوان تھا جب وہ ایمان لائے تو ان کی ماں نے انھیں گھر میں قید کردیا تاکہ اپنے نئے عقیدے سے دستبردار ہوجائے گھر میں قید ہونے کے باوجود نہ صرف یہ کہ اس کا عقیدہ ضعیف نہ ہوا بلکہ اس کا عقیدہ اور بھی مستحکم ہوگیا اور اس کے جوش وولولے نے اسے عقیدے میں اور بھی سخت بنا دیا اس نے گھر چھوڑ دیا اور ماں کی دھمکیوں پر کہ اگر تم نے اپنا عقیدہ نہ بدلا تو میراث سے محروم کردوں گی

کوئی توجہ نہ دی وہ پیغمبر ﷺ کے پاس چلا گیا اور بڑے ہی جوش وخروش سے اسلام کی تبلیغ کرنے میں مصروف ہوگیا۔

یثرب میں مصعب بن عمیر کے آنے کے بعد اس شہر کے افق سے اسلام کا سورج طلوع ہوا لوگ گروہ درگروہ اسلام قبول کرنے لگے اور قرآن مجید کی آیتوں نے ان کے دلوں کو نورانی اور ان کے ضمیر کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا جس نے ان کی زندگی کے تمام اصولوں کو بدل ڈالا شہر کے بہت سے بزرگ اسلام لائے، مصعب نے پیغمبر اسلام ﷺ کو اطلاع دی اور اسلام کے پھیلانے اور اپنی کامیابی کی خوشخبری دی، تیسرے سال بھی یثرب کے ستر افراد حج کے لئے مکہ گئے اور رات کے سناٹے میں عقبہ نے پیغمبر اسلام ﷺ سے خفیہ ملاقات کرکے آپ کے ہاتھوں پر بیعت کی اور پیغمبر اسلام ﷺ سے وعدہ کیا کہ آپ کی اسی طرح حمایت وحفاظت کریں گے جس طرح ہم اپنی آل واولاد کی حمایت وحفاظت کرتے ہیں۔

ابھی نور سحر نے تاریکی شب کا پردہ چاک نہیں کیا تھا کہ قریش کے سرداروں تک یہ خبر پہنچ گئی کہ یثرب کے لوگوں نے پیغمبر اسلام ﷺ سے معاہدہ کیا ہے اسی وقت سے وہ لوگ کوشش کرنے لگے کہ کسی بھی طرح سے یہ معاہدہ ختم ہوجائے قریش دارالندوہ میں جمع ہوئے اور بہت زیادہ بحث و گفتگو کے بعد یہ طے پایا کہ ہر قبیلے کا ایک ایک شخص منتخب کیا جائے

تاکہ رات کے سناٹے میں سب مل جل کر پیغمبرﷺ پر حملہ کرکے انھیں قتل کردیں اور اسلام کی آواز ہمیشہ کے لئے دب جائے۔

خداوند عالم نے دشمنوں کی اس گھناؤنی سازش سے پیغمبرﷺ کو مطلع کردیا اور ساتھ ہی ساتھ یہ پیغام بھی بھیجا کہ رات کے سناٹے میں مکہ سے یثرب ہجرت کرجائیں آپ نے حضرت علی علیہ السلام کو بلایا اور تمام اسرار ورموز سے آپ کو آگاہ کیا لوگوں کی امانتیں ان کے سپرد کی تاکہ وہ صاحبان امانت کو ان کی امانت واپس کردیں اور پھر فرمایا: میں حکم پروردگار سے ہجرت کررہاہوں تم میرے بستر پر سوجاؤ۔

حضرت علی علیہ السلام نے بسروچشم قبول کرلیا اور وہ تمام خطرات جو پیغمبرﷺ پر منڈلارہے تھے اسے قبول کرلیا۔

حضرت علی علیہ السلام کی یہ ایثاروفداکاری اس قدر مخلصانہ اور باعظمت تھی کہ خداوند عالم نے اس کا ذکر قرآن کریم میں فرمایا ہے۔[1]

جب کافی رات گذر گئی تو دشمنوں نے پیغمبراسلامﷺ کے گھر کا محاصرہ کرلیا تاکہ اپنی شیطانی سازش کو عملی جامہ پہنائیں لیکن چونکہ خداوند عالم اپنے پیغمبرﷺ کا محافظ تھا اس لئے اس نے دشمنوں کے ان خطرات سے اپنے حبیب خاص کو بچالیا۔

---

[1]۔ علامہ مجلسی، بحار الانوار، ج۱۹، ص۷۸.

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سورہ یٰسین کی تلاوت کرتے ہوئے گھر سے باہر تشریف لائے اور غیر مانوس راستے سے ''غار حرا'' کہ جو مکہ سے باہر تھا کی جانب روانہ ہوگئے کہیں سے ابوبکر کو بھی اس کی خبر مل گئی وہ بھی حضرت کے پیچھے پیچھے گئے۔

صبح کے وقت دشمنان اسلام نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بستر پر حملہ کردیا لیکن وہ یہ دیکھ کر حیران وپریشان رہ گئے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جگہ علی سورہے ہیں ہر ایک نے تعجب سے پوچھا محمد کہاں ہیں؟ علی علیہ السلام نے کہا تم لوگوں نے مجھے ان کا نگہبان بنایا تھا؟ تم لوگ ان کو یہاں سے نکالنا چاہتے تھے سو وہ یہاں سے چلے گئے۔

جب قریش نے اپنی تمام سازشوں کو نقش بر آب ہوتے ہوئے دیکھا تو شرمندگی سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غار حرا میں تین دن قیام کرنے کے بعد یثرب کی طرف روانہ ہوگئے سراقہ بن مالک نامی شخص نے آپ کا پیچھا کیا مگر اس کے گھوڑے کو تین مرتبہ ٹھوکر لگی اور وہ زمین پر گر پڑا بالآخر اس نے توبہ کیا اور واپس چلا گیا۔[۱]

---

[۱]۔ علامہ مجلسی، بحار الانوار، ج۱۹، ص۱۱۶.

پیغمبر اسلامﷺ ۱۲ ربیع الاول کو ''قبا'' پہنچے اور چند دن وہاں قیام کیا ابوبکر خوف وہراس کی وجہ سے بار بار اصرار کررہے تھے کہ یثرب چلیں لیکن پیغمبرﷺ نے قبول نہیں کیا اور فرمایا:

''علی نے اپنی جان کی بازی لگا کر میری حفاظت کی ہے وہ میرے اہل بیت میں میرے لئے سب سے زیادہ عزیز میرے ابن عم اور میرے بھائی ہیں جب تک وہ نہیں آئیں گے میں یہاں سے نہیں جاؤں گا۔[1]

حضرت علی علیہ السلام نے پیغمبر اسلامﷺ کی دی ہوئی تمام امانتوں کو لوگوں کے سپرد کیا، تمام ذمہ داریوں کو انجام دیا اور کچھ مسلمان عورتوں خصوصا حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو لے کر پیغمبرﷺ کے پاس قبا پہنچے آپ کا پیر اتنا زخمی ہوگیا تھا کہ راستہ بہت ہی مشکل سے چل رہے تھے کیونکہ راستے میں کئی مرتبہ مشرکین سے جنگ کیا تھا اور تن تنہا انھیں واپس جانے پر مجبور کردیا تھا پیغمبر اسلامﷺ نے حضرت علی علیہ السلام کو محبت بھری نظروں سے دیکھا، گلے سے لگایا اور اپنا لعاب دہن ان کے پاؤں پر ملا جس سے فورا شفا ہوگئی اور پھر کبھی پیر کو شکایت نہ ہوئی پھر پیغمبر اسلامﷺ قافلہ لے کر یثرب کی طرف روانہ ہوگئے۔

---

[1]۔ ابن ہشام، سیرہ ابن ہشام، ج۲، ص ۱۱۸.

شہر یثرب کے لوگوں کا خوشی سے عجیب حال تھا تمام چھوٹے بڑے پیغمبر اسلام ﷺ کے استقبال میں آنکھیں بچھائے ہوئے تھے ہر طرف غیر معمولی جوش وولولہ نظر آرہا تھالوگ روزانہ محلوں اور گلیوں میں جمع ہو کر پیغمبر اسلام ﷺ کا انتظار کررہے تھے۔

رسول خدا ﷺ جمعہ کے دن یثرب میں داخل ہوئے لوگ خوشی وشادمانی سے اتنے سرشار تھے کہ خود کو بھی بھولے ہوئے تھے بس پیغمبر اسلام ﷺ کے نورانی چہرے پر اپنی نظریں جمائے ہوئے تھے پیغمبر اسلام ﷺ نے یثرب میں قیام کیا اور عدالت وایمان پر اسلامی ثقافت کی بنیاد رکھی، پیغمبر اسلام ﷺ کی یثرب آمد کے بعد اس شہر کانام''مدینة النبی'' یعنی نبی کا شہر پڑ گیا اس اہم واقعہ اور حق وانصاف و عدالت کی بناء پر یہ سال تاریخ کا مبداء قرار پایا اور یہیں سے سن ہجری کا آغاز ہوا۔

آفتاب اسلام کی شعاعوں نے مدینہ والوں میں گویا ایک نئی روح پھونک دی تھی اور لوگوں کے فرسودہ عقائد، ناپسندیدہ اخلاق اور غیر انسانی عادتیں بدل گئیں تھیں اور اسلامی ثقافت نے اس کی جگہ لے لی تھی۔

مسلمانوں کو جب قریش کے وحشیانہ ظلم وستم سے نجات اور سکون واطمینان حاصل ہوا تو اس ماحول نے انھیں سستی وکاہلی پر آمادہ نہیں کیا بلکہ وہ رات ودن اسلامی معاشرے کی تشکیل میں ہمہ وقت مشغول رہے اور نئی

مشکلیں وجود میں نہ آنے کی کوشش کرتے رہے اور ایک لمحے کے لئے بھی آرام سے نہیں بیٹھے۔

پیغمبر اسلامﷺ نے مسجد کی تعمیر کے بعد ایک عظیم وبے مثال کارنامہ انجام دیا جس کی مثال نہیں ملتی اور وہ کارنامہ''اسلامی برادری'' تھی تاکہ مسلمانوں کے درمیان اتحاد وخلوص برقرار رہے، اور انھیں اپنا گھر بار چھوڑکرآنے سے غریب الوطنی کا احساس نہ ہو اور انھیں یقین ہوجائے کہ اگرچہ انہوں نے اپنے وطن کو چھوڑدیا ہے مگر یہاں انھیں ایسے بھائی ملے ہیں جو ان لوگوں سے کہیں زیادہ باوفا، مخلص اور مہربان ہیں۔

پیغمبر اسلامﷺ نے صرف اسی عمومی قانون پر اکتفا نہیں کیا بلکہ مہاجرین وانصار میں سے دودو آدمیوں کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا اور حضرت علی علیہ السلام کو اپنا بھائی قرار دیا اور فرمایا: علی دنیا وآخرت میں میرا بھائی ہے۔[۱]

---

[۱]۔ ابن ہشام، سیرہ ابن ہشام، ج۲،ص ۵۰۴.

پیغمبر اسلامﷺ کی فوجی پالیسی

اسلام عالمی صلح اور پر امن بقائے باہمی کا نقیب ہے اسلام کی عدالت و صلح پسندی اتنی زیادہ محبوب ہے کہ اس نے پوری صراحت واعتمادکے ساتھ اہل کتاب یعنی عیسائیوں اور یہودیوں کو اتحاداور ہم آہنگی کی دعوت دی اور دلنشین آواز سے کہا: اے پیغمبرﷺ آپ اہل کتاب (عیسائیوں اور یہودیوں) سے کہہ دیجئے کہ ہم پرچم توحید کے نیچے جمع ہوجائیں اور ایک دل ایک زبان ہوکر خداوندعالم کی عبادت کریں اور کسی کو بھی اس کا شریک نہ بنائیں۔

لیکن فطرت انسانی اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ نقصاندہ گھاس کی طرح سماج کے فاسد اعضاء کو بھی قطع کردینا چاہئیے تاکہ مظلوموں اور محروموں کی نجات وسعادت کے لئے زمینہ فراہم ہوجائے۔

اسی وجہ سے پروردگار عالم نے ایک خاص شرئط کے تحت مسلمانوں کو جہاد ودفاع کا حکم دیا ہے مسلمانوں نے اہل کتاب سے جنگ کے دوران اسلام

قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا بلکہ وہ صلح محبت کے شرائط تسلیم کرکے اپنے دین پر باقی رہ سکتے تھے جس کے بدلے میں اسلامی حکومت ان کی حمایت کرتی تھی۔

فتح مکہ کے بعد پیغمبر اسلامﷺ نے لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیا اور کسی کو بھی اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا بلکہ انھیں آزاد چھوڑ دیا تاکہ وہ خود ہی اسلام کی حقانیت کو درک کرلیں۔

فتح مکہ کے بعد کفار کا سردار صفوان بن امیہ مکہ سے بھاگ کر جدّہ چلاگیا اس کے دوستوں نے پیغمبر اسلامؐ سے اس کے لئے امان طلب کی تو پیغمبرﷺ نے اسے امان دیدیا اور اپنا عمامہ اس کے لئے بھیج دیا، صفوان جدہ سے مکہ واپس آگیا اور پیغمبر اسلامﷺ سے دومہینے کی مہلت مانگی تاکہ اسلام کے بارے میں تحقیق کرے، پیغمبر اسلامﷺ نے اسے چار مہینے کی مہلت دی اور وہ پیغمبر اسلامﷺ کے ہمراہ'' حنین ''و''طائف ''گیا اور بے شمار تحقیق و جستجو کے بعد باالآخر مسلمان ہوگیا۔

پیغمبر اسلامﷺ کی جنگوں کی تحقیق و جستجو سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ یہ جنگیں صرف دفاع کے لئے تھیں مجموعی طور پر کل ۸۴ جنگیں ہوئیں جن جنگوں میں پیغمبر اسلامﷺ خود بنفس نفیس موجود تھے اسے غزوہ کہتے ہیں ہم یہاں پر پیغمبر اسلامﷺ کی مشہورومعروف جنگوں اور صلحوں کا ذکر کررہے ہیں۔

۱۔جنگ بدر

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکہ سے مدینہ ہجرت کرنے کے بعد بھی کفار مکہ اپنے ظلم وستم سے باز نہیں آئے وہ مکہ کے ضعیف وناتواں مسلمان کو سخت اذیت اور ان پر طرح طرح کے ظلم ڈھا رہے تھے اور مکہ سے ہجرت کرنے سے روک رکتے رہے اسی کے ساتھ ساتھ کفار مکہ نے مدینہ پر اقتصادی پابندی لگا دی اور تمام قافلہ پر پابندی لگا دی تاکہ کوئی سامان لے کر مدینہ نہ جائے یہ پابندی بہت دنوں تک جاری رہی اور اہل مدینہ سختیوں اور پریشانیوں کا شکار ہوگئے اور اپنا ''آذوقہ'' لینے کے لئے دریائے سرخ کے ساحل پر جانے کے لئے مجبور ہوگئے۔

ابوجہل نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خط لکھ کر آنحضرت کو دھمکی دی کہ وہ قریش کے حملے کا انتظار کریں اس وقت خداوند عالم نے ارشاد فرمایا:

''وہ لوگ جن پر ظلم ڈھائے گئے ہیں وہ اپنے دفاع کے لئے جنگ کر سکتے ہیں اور وہ لوگ جو اپنے وطن سے صرف اس بات پر نکالے گئے ہیں کہ خدا کی عبادت کرتے تھے تو جان لیں کہ خدا ان کی نصرت ومدد پر قادر ہے''۔

ہجرت کے دوسرے سال اسلام کی محافظت اور مسلمانوں کے حقوق کے دفاع اور کفار وں کی مذموم سازشوں کو ناکام بنانے کے مقصد سے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیام کیا اور ''بدر'' نامی مقام پر دشمنوں سے مقابلے کے لئے صف آراء ہوگئے مسلمانوں کے لشکر میں صرف ۳۱۳ افراد تھے جن کے

پاس ستر اونٹ، دوگھوڑے، چھ زرہ اور سات تلواریں تھیں، جب کہ کفار کی تعداد ایک ہزار سے زائد تھی اور ان کے پاس سات سو اونٹ تھا اور سب کے سب اسلحوں سے لیس تھے لیکن مسلمانوں کی قلیل تعداد نے ایمانی طاقت اور خداوندعالم کی نصرت ومدد سے مشرکین کے لشکر کو شکست دیدی مسلمانوں نے ستر افراد کو واصل جہنم کیا اور ستر افراد کو قیدی بنا لیا اور مسلمانوں کے لشکر سے بھی چار افراد درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔[1]

۲۔جنگ احد

ہجرت کے تیسرے سال کفار قریش نے جنگ بدر میں مارے گئے کفار کا بدلہ لینے کے لئے تین ہزار افراد پر مشتمل لشکر کے ساتھ مدینہ پر حملہ کردیا اور مسلمانوں کی فوج سے ''احد'' نامی جگہ پر مقابلہ ہوا چونکہ اس جنگ میں کچھ مسلمانوں نے پیغمبر اسلامﷺ کی ہدایت پر عمل نہیں کیا تھا لہٰذا یہ جنگ اسلام کے حق میں تمام نہیں ہوئی اور مسلمانوں کو شکست کا منھ دیکھنا پڑا۔[2]

---

[1]۔ ابن کثیر، کامل ابن کثیرج ۲، ص ۱۱۸.

[2]۔ ابن سعد، طبقات، ج۱، ص۲۷.

۳۔جنگ خندق

ہجرت کے پانچویں سال یہودیوں کا ایک گروہ مکہ گیا اور کفار قریش کو مسلمانوں اور اسلام کے خلاف بھڑکایا کفار موقع غنیمت سمجھ کر متحد ہوگئے اور دس ہزار افراد پر مشتمل ایک عظیم لشکر تیار کرکے مدینہ جانے کا ارادہ کیا۔

مسلمانوں نے مدینہ کی حفاظت کے لئے سلمان فارسی کی درخواست پر شہر کے ارد گرد خندق کھود دی دشمنوں نے شہر کا محاصرہ کرلیا حضرت علی علیہ السلام نے ایک بے نظیر حملے میں عرب کے سب سے بڑے سردار کا قلع قمع کردیا اور اس جنگ میں مسلمان کامیاب ہوگئے۔[1]

۴۔جنگ بنی قریظہ

بنی قریظہ کے یہودیوں نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ معاہدہ صلح کیا تھا لیکن جنگ خندق میں اپنے عہد وپیمان کو توڑ دیا اور کفار قریش کے حامی وناصر بن گئے تھے جنگ خندق ختم ہونے کے بعد اسلامی لشکر نے ۲۵ دنوں تک دشمنوں کا محاصرہ کیا آخر میں سب کے سب تسلیم ہوگئے قبیلہ اوس نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کی کہ یہودیوں کو معاف کردیں، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

---

[1]۔ طبری، تاریخ طبری، ج۳، ص ۱۴۸۷.

نے حکمیت کی ذمہ داری ''سعد بن معاذ'' کے سپرد کردی کیونکہ وہ قبیلہ اوس کے سردار تھے اور جنگ میں زخمی ہوئے تھے سب نے سعد بن معاذ کی حکمیت قبول کرلی ان لوگوں کو یہ امید تھی کہ سعد ان لوگوں کی طرفداری کریں گے لیکن سعد بن معاذ نے خداوندعالم کی مرضی کو منتخب کیا اور حکم دیا کہ جنگجو افراد کو قتل کردیا جائے ان کے مال کو تقسیم اور ان کی عورتوں کو اسیر کرلیا جائے۔[۱]

۵۔ صلح حدیبیہ

تمام مسلمان جو مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ آئے تھے وہ ہمیشہ اپنے وطن جانے کی امید وآس لگائے بیٹھے تھے، خود پیغمبر اسلامﷺ بھی اپنی جائے ولادت مکہ کو بہت عزیز رکھتے تھے آپ اس حد تک اپنے وطن کو دوست رکھتے تھے کہ جب بھی گفتگو کے دوران مکہ کا ذکرآجاتاتو آپ کی آنکھوں میں آنسو آجاتے تھے ہجرت کے چھٹے سال مسلمانوں نے ارادہ کیا کہ خانۂ خدا کی زیارت کے لئے مکہ جائیں لہٰذا تین ہزار افراد پر مشتمل قافلہ مکہ کے لئے روانہ ہوا اور اپنی اپنی قربانیوں کا جانور ساتھ لے گیا۔

۱۔ طبری، تاریخ طبری، ج ۳، ص ۱۴۸۷۔

مشرکین مکہ کو مسلمانوں کی آمد کی خبر ہوگئی انہوں نے ان کا راستہ بند کردیا مسلمان خانہ خدا کی زیارت کے لئے اتنا زیادہ بے چین تھے کہ انہوں نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عہد کیا تھا کہ جب تک بدن میں جان رہے گی کفار سے جنگ کریں گے تاکہ خانہ خدا کی زیارت نصیب ہو یہ بیعت ''بیعت رضوان'' کے نام سے معروف ہے جب مشرکین نے مسلمانوں کو اپنے ارادے میں ثابت قدم اور مستحکم دیکھا تو ان سے عہد وپیمان باندھا جو ''صلح حدیبیہ'' کے نام سے معروف ہے اس معاہدے کے مطابق طرفین نے آپس میں تعہد کیا کہ دس سال تک ایک دوسرے سے جنگ نہیں کریں گے اور اس کے بدلے میں مسلمان دوسرے سال خانہ خدا کی زیارت کو جائیں گے ان تمام شرائط میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ اگر مکہ والوں میں سے کوئی شخص اسلام لایا اور مدینے میں پناہ لے تو مسلمان اسے قبول نہ کریں اور مکہ واپس کردیں۔

بعض قریش نے اس صلح نامہ کی سخت مخالفت کی اور یہ مخالفت اس حدتک ہوگئی کہ قریب تھا کہ قتل وغارتگری کا بازار گرم ہوجاتا لیکن پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاص تدبیر کی وجہ سے وہ لوگ خاموش اور مطمئن ہوگئے انہیں مخالفین میں سے ایک ''عمر'' تھا۔

صلح نامہ پر دستخط کے بعد پیغمبر اسلامﷺ جو مکہ والوں سے مطمئن ہوگئے تھے یہودیوں، منافقوں اور فتنہ گروں کے ارادوں کو خاک میں ملانے کے لئے آمادہ ہوگئے۔

۶۔جنگ خیبر

قلعہ خیبر میں یہودیوں کے بہت سے گروہ زندگی بسر کررہے تھے اور ان کے مشرکین سے اقتصادی اور جنگی روابط تھے وہ ہمیشہ مسلمانوں کو دھمکیاں دیا کرتے تھے جس کی وجہ سے مسلمانوں کو ان سے خطرہ لاحق رہتا تھا، ۷ ہجری میں مسلمان یہودیوں کی مرکزی چھاؤنی خیبر کی طرف روانہ ہوئے مولائے کائنات حضرت علی علیہ السلام کی شجاعت وبہادری اور طویل مدت جنگ ومحاصرہ کے بعد یہودیوں کو شکست فاش ہوئی اور باالآخر وہ اسلامی حکومت کے سامنے تسلیم ہوگئے۔[۱]

۷۔فتح مکہ

قریش نے صلح حدیبیہ میں پیغمبر اسلامﷺ سے معاہدہ کیا تھا کہ وہ مسلمانوں اور ان کے ہم معاہدہ افراد پر ظلم وستم نہیں کریں گے لیکن ان لوگوں نے اپنا معاہدہ توڑدیا، چنانچہ پیغمبر اسلامﷺ ان کے ظلم وستم اور

---

[۱]۔ طبری، تاریخ طبری، ج۳،ص ۱۵۷۵.

جنگ و خونریزی سے روک تھام کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور بغیر بتائے ہوئے مکہ کی جانب روانہ ہوگئے پھر دس ہزارافراد پر مشتمل فوج کے ساتھ مکہ کو فتح کرلیا اور خانہ کعبہ کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے، زیارت کے بعد ایک تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا اور اعلان کیا ''جان لو کہ تم لوگ پیغمبر کے بہت ہی برے پڑوسی تھے تم نے پیغمبر کو جھٹلایا اور ان کو سخت اذیت پہنچائی اور ہمیں ہمارے وطن سے باہر نکال دیا تم نے صرف اتنے ہی پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ مدینہ اور جہاں جہاں بھی ہم رہے ہیں ہمیں ایذائیں پہنچائیں تم نے ہم سے جنگ کی لیکن جاؤ تم سب آزاد ہو''۔

پیغمبر اسلام ﷺ کی اس عفوودرگذر کا یہ اثر ہوا کہ مکہ والوں نے اسلام قبول کرلیا اور جوق درجوق دائرہ اسلام میں داخل ہوگئے۔

جب فتح مکہ کی خبر دوسرے مشرکین تک پہنچی تو انہوں نے ایک لشکر تیار کیا اور مکہ کی طرف روانہ ہوگئے ادھر پیغمبر اسلام ﷺ نے بھی ایک عظیم لشکر آمادہ کیا اور ان سے مقابلے کے لئے روانہ ہوگئے وادیٔ ''حنین وطائف'' میں مشرکوں سے مقابلہ ہوا اور دشمنوں کے بہت سے افراد کو اسیر کرلیا گیا یہ جنگیں قبیلہ ''طائف'' اور ہوازن کے لوگوں کے اسلام قبول کرنے سے ختم ہوگئی، مجموعی طور پر مسلمانوں نے دشمنوں کے ساتھ ۸۴ جنگیں لڑیں جس میں تقریبا ڈیڑھ ہزار مسلمان اورکافر شہید یا قتل ہوئے

لیکن اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پورے عرب میں اسلام کا نور پھیل گیا اور بہت سے لوگ اسلام لائے۔

پیغمبر اسلامﷺ کی آخری جنگ ''جنگ تبوک'' تھی جب پیغمبر اسلامﷺ مدینہ واپس تشریف لائے تو آپ کو خبر ملی کہ قیصر روم نے ایک لاکھ افراد پر مشتمل فوج تیار کی ہے اور شمالی سرزمین اسلامی پر حملہ کرنا چاہتا ہے پیغمبر اسلامﷺ نے بھی تیس ہزار افرد پر مشتمل فوج تیار کی اور اس سے مقابلے کے لئے نکل پڑے چونکہ آپ نے پہلے ہی یہ سنا تھا کہ منافقین آپ کی عدم موجودگی میں مدینے میں سازش رچنا چاہتے ہیں اس لئے آپ نے حضرت علی علیہ السلام کو مدینے میں چھوڑ دیا جب منافقین نے اپنی مذموم سازش کو بروئے کار لانے میں حضرت علی علیہ السلام کو مانع دیکھا تو غلط پروپیگنڈہ کرنے لگے اور لوگوں سے کہنے لگے کہ چونکہ پیغمبر کو حضرت علی علیہ السلام سے کدورت وناراضگی تھی اس لئے انھیں اپنے ساتھ نہیں لے گئے اس بے بنیاد پروپیگنڈے کو ختم کرنے کے لئے حضرت علی علیہ السلام پیغمبر اسلامﷺ کے پاس گئے پیغمبر اسلامﷺ نے لشکر والوں کے سامنے فرمایا:اے علی میرے نزدیک تمہاری عظمت ومنزلت

ویسے ہی ہے جیسے موسیٰ کو ہارون سے تھی فرق صرف یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔[1]

اس کے بعد پیغمبر اسلام ﷺ اپنی فوج کے ہمراہ شام کی جانب روانہ ہوگئے اس فوج کو شدید گرمی، راستے کی دوری، کھانے پینے کی کمی اور لشکر والوں کی فقر وتنگدستی کی بناء پر ''جیش العسرۃ'' ''مشکلات میں گرفتار فوج'' کا نام دیا گیا۔

جب پیغمبر اسلام ﷺ ''تبوک'' پہنچے تو قیصر روم نے جو اسلامی فوج کے جانبازوں کی ہیبت سے وحشت زدہ ہوچکا تھا بغیر کسی حملے کے بھاگنے میں ہی اپنی عافیت سمجھی اور پیغمبر اسلام ﷺ نے بھی جنگ کو جاری نہیں رکھا بلکہ واپس آگئے۔

مدینے میں حضرت علی علیہ السلام کی موجودگی سے منافقوں کی سازشوں پر پانی پھر گیا لہٰذا ان لوگوں نے پیغمبر اسلام ﷺ کو قتل کرنے کا ارادہ کرلیا لیکن پروردگار عالم نے اپنے پیغمبر کو ان کی مذموم سازش سے محفوظ کرلیا اور منافقوں کو آنحضرت سے روشناس کرادیا، پیغمبر اسلام ﷺ نے اسلام کی مصلحت اور اپنے لطف ورحمت سے ان کی غلطیوں کو معاف کردیا

---

[1]۔ احمد بن حنبل، مسند، ۲۳۰.

اور لوگوں کے سامنے ان کے منافقانہ چہرے کو ظاہر نہیں کیا مگر ''مسجد ضرار'' جو منافقوں کا اہم مرکز تھا اسے خدا کے حکم سے منہدم کردیا۔

نویں ہجری کے حج کا زمانہ آگیا مشرکین ہر سال کی طرح مکہ کی طرف روانہ ہوگئے تاکہ اپنے خاص پروگرام کو انجام دیں ان کا سب سے بدترین کام یہ تھا کہ وہ خانۂ کعبہ کا طواف بالکل برہنہ ہوکر انجام دیتے تھے لیکن اب مکہ مکرمہ اسلامی سرزمین بن چکا تھا اور تمام بت نابود ہوچکے تھے اس وقت پروردگار عالم کی جانب سے سورہ ''توبہ'' نازل ہوئی اور مکہ معظّمہ میں مشرکین کا داخلہ ممنوع ہوگیا۔

آنحضرتﷺ نے ''ابوبکر'' کو ذمہ داری سونپی کہ وہ اس پیغام کو مشرکین تک پہنچا دیں ابھی ابوبکر آدھے ہی راستے پہنچے تھے کہ جبرئیل امین پیغمبر اسلامﷺ پر نازل ہوئے اور خدا کی جانب سے پیغام لائے کہ مشرکین کے سامنے حضرت علی علیہ السلام اس سورہ کی تلاوت فرمائیں، پیغمبر اسلامﷺ نے ابوبکر کو خط لکھا کہ فورا واپس آجائیں۔

حضرت علی علیہ السلام نے خانۂ کعبہ کے پاس تمام لوگوں کے سامنے اس سورہ کی تلاوت کی اور فرمایا:

''مومن کے علاوہ کسی کو بھی مسجد الحرام میں داخل ہونے کا حق نہیں ہے اور کسی کو بھی یہ حق نہیں ہے کہ وہ خانۂ کعبہ کا برہنہ ہوکر طواف کرے اور جس نے بھی پیغمبر اسلامﷺ کے ساتھ عہد وپیمان کیا ہے تو

جان لے کہ معینہ وقت تک اس کا معاہدہ معتبر و محترم ہے اور جس نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عہد وپیمان نہیں باندھا ہے اسے چار مہینے کی مہلت دی جارہی ہے''۔[1]

اس پیغام کے پہنچاتے ہی مکہ سے مشرکین کا خاتمہ ہوگیا اور کعبہ خدا کی عبادت کا مرکز بن گیا اور اب صرف خدائے وحدہ لاشریک کی عبادت ہونے لگی۔

[1]۔ علامہ مجلسی، بحارالانوار، ج۲۱، ص؟ حیات محمد، محمد حسین ہیکل.

پیغمبر اسلام ﷺ کی عالمی رسالت

دین اسلام اول دن سے ہی صاف وشفاف چشمہ کی طرح ظاہر ہوا اور رفتہ رفتہ اس کی وسعتوں اور گہرائیوں میں اضافہ ہوتا چلا گیا اور آخر میں ایک رواں دواں دریا کی شکل اختیار کرگیا اور بشریت کی مختلف سرزمینوں کی آبیاری کرتا رہا اور تشنہ لب انسانیت کو سیراب کرتا رہا اور آج بھی ساری کائنات میں پھیلتا جارہا ہے۔

اسلام کے ہاتھوں میں کامیابی کا راز ہے اور وہ راز یہ ہے کہ اسلام انسانی فطرت سے ہم آہنگ ہے اور یہ فطرت انسانوں میں یکسر پائی جاتی ہے اور اسی پر ان کی زندگی قائم ہے، اسی وجہ سے یہ دین خدا کا آخری اور کامل دین ہے اس کے بعد کوئی دین نہیں آئے گا۔

قرآن کریم اس سلسلے میں فرماتا ہے: ''ہم نے آپ کو ساری کائنات کے لئے رحمت بناکر بھیجا ہے'' اس آخری دین الٰہی کے پیغام کو پوری دنیا کے اقوام تک پہنچانے کے لئے پیغمبر اسلام ﷺ نے ہجرت کے چھٹے سال دنیا کے

سربراہوں کے پاس اپنے نمائندے بھیجے یہ نمائندے رحمت الٰہی کا پیغام تقریباً ۶۲ بادشاہوں، قبیلے کے سرداروں اور بادیہ نشینوں کے پاس لے گئے اور انھیں توحید پروردگار، اخوت وبرادری اور وحدت اسلامی کی دعوت دی۔

رسول خداﷺ نے ساسانی بادشاہ ''پرویز خسرو'' کے نام لکھا:

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ کے رسول محمد کی طرف سے فارس کے سربراہ کسریٰ کے نام

سلام ہو راہِ ہدایت پر گامزن ہونے والے پر، خدا و رسول کے ماننے والوں پر اس پر جو خدا کی وحدانیت اور اس کے بندہ خاص محمد کے رسالت کی گواہی دے۔

میں تمھیں خدا کے حکم سے اسلام کی دعوت دیتا ہوں مجھے خدا نے تمام لوگوں کے لئے رسول بناکر بھیجا ہے تاکہ زندہ دلوں کو عذاب خدا سے ڈراؤں اور کافروں کے پاس کوئی عذر باقی نہ رہے، تم اسلام قبول کرلو تاکہ صلح و سلامتی کے حصار میں آجاؤ اور اگر اس حکم سے روگردانی کیا تو تمام مجوسیوں کا گناہ تمھارے سرپر ہے''[1]

خسرو پرویز جو ایک نادان اور سرکش بادشاہ تھا اس نے پیغمبر اسلامﷺ کے خط کو پھاڑ دیا اور یمن میں اپنے گورنر کو حکم دیا کہ محمد

---

[1]۔ مکاتیب الرسول، ج۱، ص۹۰.

کو گرفتار کرکے میرے پاس روانہ کردو، اس نے بھی سلطان کے حکم کی پیروی کی اور اپنے وزیروں کو کچھ سپاہیوں کے ہمراہ مدینہ بھیجا، پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بڑے احترام سے ان سے ملاقات کی اور فرمایا کس نے تمھیں مجھے گرفتار کرنے کے لئے بھیجا ہے؟

انہوں نے کہا: کہ ہمارے خدا یعنی خسرو پرویز نے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یمن کے گورنر سے جا کر کہو کہ میرے خدا ''اللہ'' نے گذشتہ رات تمھارے خدا خسرو پرویز کو ہلاک کردیا ہے۔

وہ سب یمن واپس آئے اور اپنے گورنر کو بادشاہ کے مرنے کی خبر سنائی۔

کچھ ہی دیر گذری ہوگی کہ ایران سے خسروپرویز کے مرنے کی خبر آگئی، غیب کی اس خبر کی وجہ سے یمن کا گورنر اور سرزمین یمن کے بہت سے لوگ اسلام کے دامن سے متمسک ہوگئے۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ''یمامہ'' کے سربراہ کے نام خط لکھا: اے یمامہ کے سربراہ جان لو کہ میرا دین وہاں تک باقی رہے گا جہاں تک انسان کے امکان میں ہے لہٰذا دین اسلام قبول کرلو تاکہ ہمیشہ سلامت رہو۔[1]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہودیوں کے نام اپنے خط میں تحریر کیا:

---

[1] سیرۂ حلبیہ، ج۳، ص۲۸۵.

اے یہودیوں کیا تم نے اپنی آسمانی کتابوں میں قوم یہود اور تمام لوگوں کی جانب میری رسالت کا تذکرہ پڑھا ہے؟ اگر تم نے پڑھا ہے تو پس خدا سے ڈرو اور اسلام قبول کرو اور اگر ایسا نہیں ہے تو کوئی حرج نہیں ہے۔[1]

پیغمبر اسلامﷺ کی دعوت کا تمام ملکوں کے سربراہوں اور بادشاہوں نے الگ الگ طرح سے جواب دیا مثلاً بعض ایمان لائے، بعض نے گرمجوشی سے استقبال کیا اور آنحضرتﷺ کے نمائندوں کو تحفہ و تحائف دے کر رخصت کیا جب کہ بعض نے جواب نہیں دیا بلکہ جسارتیں کیں اور آنحضرتﷺ سے جنگ کے لئے آمادہ ہوگئے مگر چاہے جو بھی رہا ہو مگر اس چیز کو ثابت کردیا کہ دین اسلام عالمی اور بشریت کا دین ہے اور عنقریب پوری دنیا پر اسلام کا پرچم لہرائے گا۔

---

[1]۔ مکاتیب الرسول، ج۱، ص۱۷۲۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے جانشین

ہجرت کا دسواں سال اور حج کا موسم تھا میدان حجاز ایک کثیر مجمع کا شاہد تھا اور سب کے سب ایک ہی نعرے اور ایک مقصد کی جانب رواں دواں تھے۔

اس سال حج کے موقع پر لوگوں میں عجیب ہی جوش و خروش پایا جارہا تھا مسلمان پورے اشتیاق اور تیزی کے ساتھ منزلوں کو طے کرتے ہوئے خود کو مکّہ پہنچا رہے تھے۔

''لبیّک اللّھمّ لبیک'' کی دلنشیں آواز مکہ کے صحراؤں میں گونج رہی تھی اور صاف صاف لوگوں کو سنائی دے رہی تھی۔

قافلے ایک کے بعد ایک شہر مکہ سے قریب ہورہے تھے تمام حاجی ایک طرح کا لباسِ احرام پہنے گردو غبار میں اٹے، آنسو بہاتے ہوئے خود کو پروردگار عالم کے حرم امن میں پہنچا رہے تھے اور جس گھر کو توحید کے علمبردار حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے اپنے مقدس ہاتھوں سے تعمیر کیا تھا طواف کررہے تھے۔

پیغمبر اسلامﷺ کی آنکھیں دیکھ رہی تھیں کہ مسجد الحرام ایک لاکھ چوبیس ہزار مسلمانوں سے چھلک رہی تھی ایک طرف پیغمبر اسلامﷺ خوش خوش نظر آرہے تھے کہ بہ لطف الٰہی اتنا عظیم اقدام کیا اور بہترین طریقے سے اپنی رسالت کو انجام دیا تو دوسری طرف آپ کے چہرے پر کبھی کبھی غم و الم کے اثرات بھی مرتب ہورہے تھے اور اس خوشی و انبساط کو کم کردیتے تھے۔

آنحضرتﷺ کو خوف تھا کہ ان کی وفات کے بعد کہیں یہ عظیم اجتماع اختلاف کا شکار نہ ہوجائے اور اتحاد اخوت و برادری کی روح انتشار و افتراق کے دام میں نہ پھنس جائے اور لوگ پھر جاہلیت کی طرف پلٹ جائیں۔

پیغمبر اسلامﷺ بخوبی جانتے تھے کہ امت اسلام ایک معصوم، عادل اور عالم رہبر کی محتاج ہے ورنہ رہبر کے بغیر اسلام نابود ہوجائے گا۔

یہی وجہ ہے کہ آپ نے بارہا فرمایا تھا: میں تمھارے درمیان دو گرانقدر چیزیں چھوڑ کر جارہا ہوں کہ اگر تم ان سے متمسک رہے تو کبھی بھی گمراہ نہ ہوں گے اور وہ دو چیزیں کتاب خدا یعنی قرآن اور میرے اہلبیت ہیں۔

اس وقت جب کہ میدان عرفات میں ایک لاکھ چوبیس ہزار مسلمان جمع تھے تاکہ حج کے مناسک بجالائیں پیغمبر اسلامﷺ کے لئے یہ ایک بہترین موقع تھا قرآن کریم کے سب سے اہم پیغام کو خصوصاً ان افراد کے لئے جو

تازہ اسلام لائے تھے اور قرآن و اسلام کے فلسفے اور اس کی روح سے نابلد تھے کے سامنے بیان کریں۔

اسی لئے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی سواری پر کھڑے ہوئے اور حمد و ثناء الٰہی کے بعد بہت ہی واضح الفاظ میں فرمایا: اے خدا کے بندوں! میں تمھیں تقویٰ و پرہیزگاری کی دعوت دیتا ہوں اور تم سے درخواست کرتا ہوں کہ پورے شوق و رغبت کے ساتھ خدا کی عبادت و بندگی کرو۔

اے لوگو! میری باتوں کو غور سے سنو نہیں معلوم کہ اس کے بعد یہاں تم سے دوبارہ ملاقات ہوگی یا نہیں۔

اے لوگو! تمھاری جان و مال اور عزّت و آبرو قابل احترام ہے جس طرح یہ جگہ اور یہ وقت محترم ہے اور قیامت تک محترم رہے گا پس جس کے پاس بھی کسی کی امانت ہے وہ اس کے مالک کو واپس پلٹادے اور جان لو کہ جاہلیت کے زمانے میں لیا جانے والا سود باطل و حرام ہے اور سود دینے والا اسے واپس لینے کا حق نہیں رکھتا اور سب سے پہلے جو سود باطل ہوا وہ عباس بن عبدالمطلب کا سود ہے، یقیناً جاہلیت کے زمانے میں جو خون بہایا گیا اس کی کوئی وقعت و اہمیت نہیں ہے اور کسی کو بھی انتقام لینے کا حق نہیں ہے۔

اے لوگو! آج شیطان مایوس ہوگیا کیونکہ تمھاری سرزمین پر کوئی اس کی پرستش نہیں کرے گا اگر تم میں سے کوئی ذرّہ برابر بھی اس کی پیروی

کرے گا تو وہ خوش ہوجائے گا اس لئے تم لوگ اپنے کاموں میں شیطان کے ورغلانے سے ہوشیار رہو اور اس کے دھوکہ میں نہ آنا۔

اے لوگو! تم لوگوں کا تمھاری عورتوں پر حق ہے اسی طرح تمھاری عورتوں کا بھی تم پر حق ہے عورتیں خدا کی امانت ہیں جو تمھارے سپرد کی گئیں ہیں لہٰذا تم لوگ بہت ہی الفت و محبّت سے ان کے ساتھ پیش آؤ، خادموں اور غلاموں کے بارے میں بھی تمھیں تاکید کرتا ہوں کہ وہیں کھانا انھیں بھی کھلاؤ جو تم کھاتے ہو وہی لباس انھیں بھی دو جس طرح کا تم خود پہنتے ہو اور جان لو کہ ہر مسلمان ایک دوسرے مسلمان کا بھائی ہے تم لوگ بھی ایک طرح سے ہو اور سب کا حقوق اور معاہدہ اور ذمہ داریاں سب برابر ہیں لہٰذا لوگوں پر ظلم و ستم نہ کرنا اور ایک دوسرے کے حقوق پامال نہ کرنا۔

اے لوگو ! میں نے تمھارے درمیان بہترین امانتیں چھوڑی ہیں جب تک تم ان سے متمسک رہوگے ہرگز گمراہ نہ ہوگے اور وہ قرآن کریم اور میرے اہل بیت ہیں۔

اب تم لوگ گواہ رہنا میں نے اپنا وظیفہ انجام دے دیا ہے اور خدایا تو بھی گواہ رہنا۔

اے لوگو! بے شک تمھارا پروردگار واحد اور ایک ہے تمھارے باپ بھی ایک ہیں اور خدا کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزیز وہ ہے جو تم میں

سب سے زیادہ تقویٰ رکھتا ہو کوئی بھی عرب، عجم پر یا کوئی بھی قوم کسی دوسری قوم پر فوقیت و برتری نہیں رکھتی مگر تقوے کی بنیاد پر.....۔

اس کے بعد پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں سے پوچھا کہ کیا میں نے اپنا وظیفہ انجام دے دیا ہے؟

مجمع نے ایک آواز ہو کر کہا: ہاں یا رسول اللہ۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اب جب لوگ حاضر ہیں وہ ان کو باخبر کریں جو اس وقت موجود نہیں ہیں۔[1]

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اب تک ثقل اکبر یعنی قرآن کریم سے لوگوں کو روشناس کرایا تھا اور کس خاص موقع کی تلاش میں تھے کہ ثقل اصغر سے بھی لوگوں کو روشناس کرادیں اور ان سے بیعت لے لیں۔

حج کا فریضہ ختم ہوگیا اور لوگ اپنے اپنے شہروں کی طرف واپس چلے جارہے تھے کہ ناگاہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی منادی کی آواز صحرا میں گونجی اور مسلمانوں کو ٹھہرنے کا حکم دیا گیا کیونکہ وحی کا فرشتہ پیغمبر پر آیت لے کر نازل ہوا تھا۔

{يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ}

---

[1]۔ ابن شعبہ حرانی، تحف العقول، ص۳۹.

''اے پیغمبر خدا نے جو چیز آپ پر نازل کی ہے اس کو لوگوں تک پہنچا دیجئے اور اگر آپ نے یہ کام نہ کیا تو گویا خدا کی رسالت کو نہیں پہنچایا خدا آپ کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا''۔[۱]

خداوندعالم نے اپنے پیغمبر کو حکم دیا کہ حضرت علی علیہ السلام کی خلافت کا سرکاری طور پر اعلان کردیں لیکن پیغمبر اسلام ﷺ کو اندیشہ تھا کہ کہیں مسلمان کے درمیان اختلاف و انتشار نہ ہوجائے اسی لئے آپ ایک مناسب وقت کا انتظار کررہے تھے تاکہ خلافت امیرالمومنین کا اعلان کریں اور آیت نے نازل ہوکر اس مناسب وقت کا تعیّن کردیا۔

فرمان الٰہی کے نزول کے بعد پیغمبر اسلام ﷺ نے لوگوں کو تپتے ہوئے بے آب و گیاہ صحرا میں ٹھہرایا کہ جو ''غدیر خم'' کے نام سے مشہور تھا تاکہ روح اسلام یعنی مسئلہ خلافت وجانشینی کو مکمل طریقے سے سب پر واضح کردیں۔

لوگوں کو نہیں معلوم تھا کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے یہاں کیوں ٹھہرنے کا حکم دیا اور کیا اہم بات پیش آگئی ہے تھوڑی دیر بھی نہ گذری تھی کہ نماز جماعت کا اعلان ہوا، نماز کے بعد جب مجمع ٹھاٹھیں مارہا تھا عین اسی وقت

---

[۱]۔ قرآن کریم، سورۂ مائدہ، آیت۶۷.

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حسین و جاذب چہرہ انور منبر پر ظاہر ہوا جس کو اونٹ کے کجاووں سے بنایا گیا تھا۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خداوندعالم کی حمد وثنا کے بعد لوگوں کو اپنے دنیائے فانی سے جلد گذر جانے کی خبر سنائی پھر فرمایا: اے لوگو! میں تمھارے لئے کیسا پیغمبر تھا؟

سب نے ایک آواز ہو کر کہا: اے رسول خدا آپ نے ہماری نصیحت میں کوئی کوتاہی نہیں ہر طرح سے ہمیں موعظہ اور ہماری تربیت کی، خدا آپ کو بہترین اجر فرمائے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے بعد خدا کی کتاب قرآن اور معصوم رہنما دوش بدوش تمھارے رہبر ہیں تم ان کی مکمل پیروی کرنا ورنہ گمراہ ہو جاؤگے۔

اس کے بعد حضرت علی علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ کر اتنا بلند کیا کہ سب لوگ دیکھ لیں پھر آپ نے ارشاد فرمایا: ''جس جس کا میں مولا ہوں اس اس کے میرے بعد علی بھی مولا ہیں۔

خدایا! تو اس کی مدد کر جو علی کی مدد کرے اور اسے ذلیل ورسوا کر جو علی سے دشمنی رکھے اسے ذلیل و خوار کر۔

پیغمبر اسلامﷺ نے اس جملے کی تین مرتبہ تکرار فرمائی اور لوگوں سے کہا کہ اس پیغام کو تمام مسلمانوں تک پہنچادیں اسی وقت یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی:

{ الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا }

''آج کے دن میں نے تمھارا دین کامل کردیا اور اپنی نعمتیں تمام کردیں اور اسی بات پر راضی ہوگیاکہ تمھارا دین اسلام ہے''۔

جانشین کے تعیین اور اعلان کے بعد لوگ ایک دوسرے پر سبقت حاصل کررہے تھے سب سے پہلے جس نے حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھوں پر بیعت کی اور ان کی خلافت کی مبارکباد دی ابوبکر تھے ان کے بعد عمر نے مبارکباد دی دونوں نے کہا: اے ابوطالب کے لال! آپ کو مبارک ہو کہ آپ ہمارے اور ہر مومن مرد اور عورت کے مولا ہوگئے۔[۱]

لیکن رسول خداﷺ کی جانگذار رحلت کے بعد ایک گروہ سقیفہ نامی جگہ پر جمع ہوا اور علی علیہ السلام کو ان کے حق اور منصب الٰہی سے محروم کردیا۔

---

[۱]۔ مزید تفصیلات کے لئے کتاب ''الغدیر'' کی طرف رجوع کریں.

پیغمبر اسلام ﷺ کی وفات

گیارہویں ہجری آ گئی پیغمبر اسلام ﷺ جنھوں نے بے انتہا سختی و مشکلات برداشت کرکے ۲۳سال تک لوگوں کو اسلام کی دعوت دی تھی بستر بیماری پر پڑگئے، منافقین نے اپنی سرگرمیاں تیز کردیں پیغمبر اسلام ﷺ نے خطرے کا احساس کیا اسی لئے آپ نے ایک بہترین لائحہ عمل تیار کیا تاکہ مدینے سے منافقوں اور سازش رچنے والوں کو نکال باہر کریں اور حکومت و خلافت آسانی کے ساتھ امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام تک پہنچ جائے۔

آپ نے اُسامہ بن زید جو ایک نیک و پرہیزگار جوان تھا کی سپہ سالاری میں ایک فوج آمادہ کرکے روم روانہ کیا اور تمام لوگوں بالخصوص عمر اور ابوبکر کو حکم دیا کہ فوج کے ساتھ مدینے سے باہر جائیں اس کے بعد متعدد مرتبہ فرمایا: خداوندعالم اس پر لعنت کرے جو اسامہ بن زید کی فوج کی مخالفت کرے اور اس میں شریک نہ ہو۔[1]

---

[1]۔ ابن ابی الحدید، شرح نہج البلاغہ، ج۱، ص۱۵۹.

ان دنوں جب رسول خداﷺ شدید بیمار تھے اس فوج کی آمادگی کے علاوہ آپ نے چاہا کہ مدینہ مخالفین اور منافقین سے خالی ہوجائے اور ہر ایک کو اس بات کا علم ہوجائے کہ ضعیفی و پیری رہبر ہونے کی شرط نہیں ہے بلکہ رہبر و پیشوا ہونے کی صلاحیت وتوانائی اس کی پہلی شرط ہے، آپ نے ایک نوجوان کو سپہ سالار معین کیا تاکہ مخالفین امیرالمومنین علیہ السلام کے جوان ہونے کو خلافت کے لئے بہانہ بناکر خدا کے حکم سے نافرمانی نہ کریں۔

لیکن ''عمر'' اور ''ابوبکر'' کو عائشہ کے ذریعے پیغمبر اسلامﷺ کی بیماری کی اطلاع مل گئی لہٰذا وہ دونوں اسامہ کی فوج سے نکل کر مدینہ واپس آگئے، حضرت رسول خداﷺ جو شدید درد کی وجہ سے بیہوش ہوگئے تھے ہوش میں آگئے اور جب ان دونوں کو اپنے سراہنے دیکھا تو فرمایا: قلم و کاغذ لاؤ تاکہ تمھارے لئے ایک ایسی چیز تحریر کردیں جس کی رعایت سے تم کبھی گمراہ نہ ہو۔

اس وقت بعض لوگوں نے شور و ہنگامہ برپا کردیا اور بڑی ہی بے ادبی و جسارت سے کہا: یہ شخص ہزیان بک رہا ہے ہمارے لئے خدا کی کتاب کافی ہے۔

پیغمبر اسلامﷺ اس بات سے بہت زیادہ ناراض ہوئے اور یقین کرلیا کہ ایسے ماحول میں اگر کچھ لکھ بھی دیا جائے جب بھی اختلاف ختم نہیں

ہوگا بلکہ اس بات کا بھی امکان تھا کہ لوگ اسلام کے خلاف جنگ پر اتر آئیں لہٰذا آپ نے ان لوگوں سے سخت نفرت و بیزاری کا اظہار کیا اور فرمایا: نکل جاؤ میری بارگاہ سے۔[1]

لیکن ایسے حالات کے باوجود آپ نے پھر اہلبیت علیہم السلام اور اپنے خانوادہ کے بارے میں تاکید کی۔

جب سب لوگ چلے گئے تو حضرت علی علیہ السلام نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر مبارک کو اپنی آغوش میں لیا، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے تمام وصیتیں بیان کیں اس کے بعد فرشتہ اجل نے آپ کی روح قبض کرلی اور آپ اپنے محبوب کی بارگاہ میں چلے گئے یہ واقعہ ۲۸صفر ۱۱ھ ہجری کا ہے۔

گھر میں نالہ و شیون کی آواز گونجی اور مدینہ پیغمبر کے سوگ میں ماتم کدہ بن گیا، حضرت علی علیہ السلام نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کچھ باوفا اصحاب کے ساتھ پیغمبر کو غسل دیا، کفن پہنایا اور آپ کے جنازے پر نماز پڑھی، پھر مسلمانوں کو حکم دیا کہ لوگ گروہ در گروہ آکر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آخری دیدار کرلیں، پھر آپ نے آپ کے بدن اطہر کو اسی حجرہ میں دفن کیا جس میں آپ نے عالم ملکوت کی طرف رحلت فرمائی تھی۔

---

[1] مسلم، صحیح مسلم، ج۵، ص۷۵.

جس وقت امیرالمومنین علیہ السلام اپنے کچھ ساتھیوں کے ہمراہ پیغمبر اسلامﷺ کے غسل و کفن اور دفن میں مشغول تھے اس وقت بعض بزرگوں نے یعنی وہی لوگ جن کے دل میں ریاست جاہ طلبی کی لالچ تھی اور اسی لئے اسامہ کے لشکر سے جدا ہو کر مدینہ واپس آگئے تھے اور پیغمبر کو نوشتہ نہیں لکھنے دیا تھا اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور ''سقیفہ بنی ساعدہ'' نامی جگہ پر جمع ہوئے اور پیغمبر کے جانشین کے معیّن کرنے کے لئے بحث و مباحثہ کرنے لگے۔

لڑائی جھگڑا، فساد و بربریت اور ناروا تہمتوں کے بعد عمر نے ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کی اور دوسرے افراد جو انصار کے مخالف تھے اور انصار کے بزرگ ''سعد بن عبادہ'' کو امیر بنانا نہیں چاہتے تھے انہوں نے بھی ابوبکر کی بیعت کرلی اس کے بعد بیعت کے مخالفین کو یہ کہہ کر بیعت پر مجبور کیا گیا کہ مسلمانوں کی اکثریت کی مخالفت نہیں کرنا چاہیے۔

اس کے بعد عمر اور ابوبکر اور ان کے حمایتی سقیفہ سے باہر آئے اور مسجد نبوی کی طرف گئے اور راستے میں جو شخص بھی ملتا زبردستی پکڑ کر اس سے ابوبکر کی بیعت لے لیتے، بنی ہاشم اور مہاجرین و انصار کے کچھ بزرگ جو اس واقعے سے بے خبر تھے جب وہ اس واقعہ سے باخبر ہوئے تو بیعت کرنے سے پرہیز کیا، ان بزرگوں میں سلمان فارسی، ابوذرغفّاری، عماریاسر، مقداد، اُبی بن کعب اور خزیمہ وغیرہ نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ اتنی جلدی لوگ

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کو بھول جائیں گے اور خلافت کو خاندان اہل بیت سے غصب کرلیں گے لہٰذا میں نے اس ناجائز اور غاصبانہ بیعت پر اعتراض کیا۔

دشمنوں نے فتنہ و فساد برپا کرکے سعی و کوشش کی کہ ان شجاعان عرب کو ڈرا دیں اور بیعت کرنے پر مجبور کردیں اور جب تک حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا زندہ تھیں بنی ہاشم اور صحابیوں میں سے کسی نے بھی ابوبکر کی بیعت نہیں کی۔

امیرالمومنین علیہ السلام نے بارہا غاصبوں سے فرمایا: تم لوگ خدا سے ڈرو اور اسلامی حکومت کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاندان میں منتقل کرو اور اس عظیم منصب کو اس کے اہل سے غصب نہ کرو، خدا کی قسم ہم اہلبیت پیغمبر اس عظیم منصب کے لئے سب سے زیادہ سزاوار ہیں کیونکہ ہم خدا کی کتاب کا علم رکھتے ہیں، خدا کے دین کو باقاعدہ سمجھتے ہیں، رسول خدا کی سنت سے پوری طرح آگاہ اور واقف ہیں اور مسلمانوں کے امور کی اصلاح پر قادر و توانا ہیں۔[1]

اور فتنہ و فساد جس کا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خوف تھا آخر رونما ہو ہی گیا اور خلافت الٰہی راستے سے دور ہوگئی جس کی وجہ سے بہت سے مسلمان گمراہ

---

[1]۔ ابن ابی الحدید، شرح نہج البلاغہ، ج۶، ص۱۱.

ہوگئے، حالانکہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو اس فتنے سے پہلے ہی باخبر کردیا تھا مثلاً رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات سے کچھ راتوں پہلے آپ نے علی علیہ السلام اور اپنے باوفا صحابیوں کو بلایا تھا اور ان کے ہمراہ ''بقیع'' گئے تھے اور قبرستان بقیع پہنچنے کے بعد اپنے ساتھ میں آنے والوں سے فرمایا تھا۔

مجھے حکم ملا ہے کہ میں بقیع میں دفن ہونے والوں کے لئے دعائے مغفرت کروں پھر قبرستان بقیع میں بہت ہی آہستہ سے فرمایا: اے قبروں میں آرام کرنے والو! تم پر درود و سلام، تمھیں موت مبارک ہو کہ تم لوگ زندگی کی آزمائشوں سے دور ہو، فتنہ و فساد رات کی تاریکی کی طرح چھایا ہوا ہے کہ اس طرح پھیلا اور کہ اس کے آغاز و انجام کا کچھ پتہ نہیں ہے۔

پیغمبر اسلام ﷺ کی شخصیت پر ایک نظر

خداوندعالم نے اپنے پیغمبروں کو ایسے لوگوں کے درمیان سے منتخب کیا جو بلند و بالا حوصلہ، حلم و عفو و درگذر رکھنے والے اور تمام صفات و کمالات اخلاقی سے برخوادار تھے یہی اخلاق کا اسلحہ تھاجس نے ظلم و بربریت اور فتنہ و فساد میں غرق افراد کو بدل کر رکھ دیا اور گناہوں سے آلودہ افراد کو نجات بخشی خداوندعالم نے قرآن کریم میں پیغمبر اسلام ﷺ کے اخلاق کریمانہ کی بہت زیادہ تعریف کی ہے ارشاد احدیت ہوتا ہے:

''اے پیغمبر! یہ اللہ کی مہربانی ہے کہ تم ان لوگوں کے لئے نرم ہو ورنہ اگر تم بدمزاج اور ایک سخت دل ہوتے تو یہ تمھارے پاس سے بھاگ کھڑے ہوتے''۔[1]

اور ایک دوسرے مقام پر فرماتا ہے:

''اے پیغمبر! آپ اخلاق کے بلند درجہ پر ہیں''۔[2]

---

[1]۔ قرآن کریم، سورۂ آل عمران، آیت ۱۵۹.

[2]۔ قرآن کریم، سورۂ قلم، آیت ۴.

پیغمبر اسلامﷺ رسالت جیسے عظیم منصب پر فائز اور لوگوں کے سرپرست و رہنما تھے لیکن آپ کی زندگی اتنی سادہ تھی کہ اگر کوئی نیا شخص لوگوں کے درمیان آتا تھا تو پیغمبر کو پہچان نہیں پاتا تھا اور پھر وہ دوسروں سے سوال کرتا تھا کہ ان افراد میں محمدﷺ کون ہیں؟ دنیا و آخرت کے حقیقی بادشاہ تھے لیکن دنیا نے انھیں مغرور نہیں بنایا اور نہ ہی آپ دنیا کے زرد و برق نظارے میں گرفتار ہوئے بلکہ آپ دنیا کو عفیف و پرہیزگاری کی آنکھوں سے دیکھتے تھے۔

آپ ہمیشہ مختصر مگر پر مغز معنی کے ساتھ گفتگو کرتے تھے اور کبھی بھی کسی دوسرے کی بات کو قطع نہیں کرتے تھے۔

جب بھی آپ لوگوں سے گفتگو کرتے تو بڑے ہی نرم لہجے میں کرتے اور بیہودہ اور فرسودہ الفاظ استعمال نہیں کرتے تھے اور جب کسی سے روبرو ہو کر بات کرتے تو کبھی بھی مغروروں اور متکبروں کی طرح اسے نہیں دیکھتے تھے۔

جب بھی کسی پروگرام میں شریک ہوتے تو جہاں بھی خالی جگہ ہوتی وہاں بیٹھ جاتے تھے اور کبھی بھی سب سے آگے بیٹھنے کی کوشش نہیں کرتے تھے اور نہ ہی کبھی کسی کے سامنے اپنے پیروں کو پھیلاتے تھے بلکہ ہمیشہ دوسروں کا احترام کرتے تھے البتہ متقی و پرہیزگار افراد کی نظر میں زیادہ عزیز اور قابل احترام تھے۔

صرف خدا کے لئے ناراض ہوتے اور صرف خدا ہی کے لئے خوشی کا اظہار کرتے تھے، بچوں کو بہت زیادہ پیار ومحبّت کرتے اور انھیں چاہتے تھے خصوصاً امام حسن و حسین علیہم السلام سے والہانہ محبت کرتے تھے، ان کے ساتھ کھیلتے، انھیں اپنے کاندھوں پر سوار کرتے اور انھیں سونگھتے اور ہمیشہ ان کا بوسہ لیا کرتے تھے، نماز کے وقت اگر یہ پشت مبارک پر آجاتے تو سجدوں کو اس وقت تک طول دیتے کہ جب تک یہ خود اتر نہ جائیں، عورتوں کا بھی بہت زیادہ احترام کرتے تھے اور سب سے زیادہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو چاہتے تھے، روزانہ ان سے ملاقات کے لئے جاتے اور اپنے دن کا آغاز آپ کی ملاقات سے کرتے تھے ان کی خوشی سے خوش اور ان کے غضبناک ہونے سے غضبناک ہوتے تھے، علی و فاطمہ، حسن و حسین علیہم السلام کو حق کا معیار و محور جانتے تھے اور لوگوں کے ایمان کو اپنے اہلبیت کی محبت سے موازنہ کرتے تھے۔

اگر آپ سواری سے کہیں جاتے تو کسی شخص کو بھی پیدل نہیں چلنے دیتے اور اگر وہ سوار ہونا چاہتا تھا تو اُسے خود سوار کرلیتے تھے، ورنہ کسی معیّن مقام پر ملاقات کا وعدہ فرماتے تھے اور تنہا جاتے تھے لیکن جب گروہ یا قافلے کے ساتھ کہیں تشریف لے جاتے تو اپنی تمام ذمہ داریوں اور کام کو انجام دیتے تھے اور کبھی کسی کے اوپر بوجھ نہیں بنتے تھے، ایسے ہی ایک قافلے میں لوگوں سے فرمایا: ہم خود تمام امور کو انجام دیں گے، پھر فرمایا:

"مجھے پسند نہیں ہے کہ ہمارے اور تمھارے درمیان کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ خداوندعالم کو ہرگز یہ پسند نہیں ہے کہ بندوں کے درمیان کوئی فرق ہو"۔

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں سے اٹھے اور لکڑی جمع کرنے چلے گئے۔[۱]

جو وعدہ کرتے تھے اس کو وفا کرتے تھے، لوگوں کے ساتھ صلہ رحم کرتے اور رشتہ داروں سے ملاقات کرتے تھے لیکن بغیر کسی وجہ کے کسی کی حمایت نہیں کرتے تھے اور کبھی بھی یہ پسند نہیں کرتے تھے کہ کوئی کسی دوسرے کے خلاف باتیں کریں اور فرماتے تھے: میں چاہتاہوں کہ لوگوں کے ساتھ محبت و الفت کے ساتھ زندگی بسر کروں۔

آپ حیا وعفّت کا مجسّم و بے مثال پیکر با حوصلہ اور حلیم و بردبار تھے آپ کے خادم "انس" کہتے ہیں: جب پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روزہ رہتے تھے تو میں افطار کے لئے دودھ کا انتظام کرتا تھا ایک رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تاخیر سے گھر تشریف لائے، میں نے سوچا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہیں دعوت پر گئے ہیں اور افطار کرچکے ہیں اس لئے میں نے دودھ خود پی لیا، کچھ دیر بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے، میں نے آپ کے ہمراہ جانے والوں سے پوچھا کہ کیا پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے افطار کرلیا ہے؟ لوگوں نے جواب دیا: نہیں۔

---

[۱]۔ شیخ عباس قمی، کحل البصر، ص۶۸.

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس واقعہ کی خبر ملی تو چہرے پر ذرا بھی کوئی اثر نہیں ہوا اور خوشی خوشی بھوکے پیٹ سوگئے اور دوسرے دن روزہ رکھا۔[1]

آپ نماز و عبادت میں بہت زیادہ مصروف رہتے تھے لیکن جب لوگوں کو کوئی کام ہوتا تو آپ نماز کو مختصر کرکے لوگوں کے امور انجام دیتے تھے اور ان کی حاجتوں کو پورا کرنے میں ذرّہ برابر بھی کوتاہی نہیں کرتے تھے، ہر ایک کا احترام کرتے تھے اور عزّت و وقار اور فضیلت کو ہی ''ایمان اور عمل صالح'' سے تعبیر کرتے تھے اور جاہ ومقام اور منصب سے کوئی دلچسپی نہیں تھی، غلاموں سے مہربانی سے پیش آتے اور ان کے امور کی اصلاح فرماتے تھے۔

اگر کوئی آپ کی بے احترامی کرتا تھا تو انتقام نہیں لیتے تھے اور دوسروں کی غلطیوں اور خطاؤں سے چشم پوشی کرتے تھے اور ان کے ظلم و ستم اور اذیت و آزار کے مقابلے میں انھیں معاف کردیتے تھے اور تمام اذیت و ظلم و ستم جو قریش نے آپ پر کئے تھے جب آپ نے مکہ فتح کیا تو سب کو معاف کرکے آزاد کردیا۔

جنگ احد میں ایک شخص ''وحشی'' نے آپ کے چچا حضرت حمزہ کو شہید کردیا اور اس خوف سے کہ کہیں اس سے انتقام نہ لیں چھپ گیا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

۱۔ شیخ عباس قمی، کحل البصر، ص۶۷.

اُسے معاف کردیا، اسی طرح ''ابوسفیان اور ہندہ'' کو جنھوں نے بہت زیادہ اذیتیں پہنچائیں تھیں معاف کردیا اور بدلہ نہیں لیا۔

اگرچہ آپ تمام مصائب و آلام کو برداشت کرتے تھے اور لوگوں کو معاف کردیتے تھے لیکن جب خدا کے دین کی بے احترامی کی جاتی تھی تو ذرّہ برابر بھی رعایت نہیں کرتے تھے بلکہ احکام خدا جاری کرتے تھے اور کسی کی سفارش قبول نہیں کرتے تھے۔

جب بزرگان قریش میں سے ایک شخص کی لڑکی پر چوری کا الزام لگایا گیا تو آپ نے ''اُسامہ بن زید'' کی سفارش قبول نہیں کی بلکہ فرمایا:

''پچھلی قوموں کی ہلاکتوں کا سبب یہ تھا کہ وہ لوگ خدا کے قانون کو اشراف و بزرگان پر جاری نہیں کرتے تھے، اس خدا کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر میری بیٹی نے بھی ایسا کیا ہوتا تو میں ان کے ہاتھ کو بھی قطع کردیتا''[1]

آنحضرتﷺ کو عطر و خوشبو بہت زیادہ پسند تھی اور کھانے وغیرہ سے زیادہ عطر خریدنے میں خرچ کرتے تھے، آپ جس راستے سے بھی گذرتے تھے وہ راستہ آپ کی خوشبو سے معطر ہوجاتا تھا اور جب بھی کوئی اس راستے سے گذرتا تو سمجھ جاتا تھا کہ رسول خداﷺ گذرے ہیں، آپ

[1] ۔ ارشاد الساری شرح صحیح البخاری، ج۹، ص۴۵۶.

مسواک بہت زیادہ کرتے تھے، کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد ہاتھ ضرور دھلتے تھے، جب بھی گھر سے باہر نکلتے تو آئینہ یا پانی پر نظر کرتے اور ہمیشہ کنگھی کرکے باہر نکلتے تھے۔

خداوندعالم کے اس بندے کو نماز سے بے پناہ لگاؤ تھا رات کے سنّاٹے میں کئی مرتبہ اٹھ کر مسواک کرتے اور نماز بجالاتے اور اپنے پروردگار سے راز و نیاز کرتے تھے، اتنی زیادہ عبادت کرتے اور نماز بجالاتے کہ آپ کے پاؤں ورم کرجاتے تھے۔[1] آپ زمین و آسمان، سورج اور تمام مخلوقات سے عبرت حاصل کرتے تھے اور خداوندعالم کے بارے میں زیادہ غور و فکر کرتے تھے، آپ ایسے زاہد تھے کہ اس دنیائے فانی کی زرق و برق سے ہمیشہ دور رہتے تھے۔

آنحضرت ﷺ تمام اخلاق و کمالات کا بہترین و اعلیٰ نمونہ تھے جن کی تعریف کرنے سے چاہنے والے عاجز اور آپ کے دشمن کینہ و عداوت رکھنے کے باوجود آپ کی بے پناہ عظمت کا اعتراف کرتے تھے۔

ہم جو اپنے کو مسلمان اور آنحضرت ﷺ کا پیروکار سمجھتے ہیں تو ہمارا فریضہ ہے کہ ہم آنحضرت ﷺ کی زندگی اور ان کے اخلاق و کردار کو اپنے لئے نمونہ عمل قرار دیں اور صحیح و بہترین زندگی بسر کرنے کے لئے

---

[1] ۔ شیخ عباس قمی، کحل البصر، ص۷۸.

آنحضرتﷺ کی زندگی سے درس حاصل کریں، خداوندعالم بھی انسانوں کی سعادت کے لئے فرماتا ہے:

''تمھارے لئے رسول خدا کا اخلاق و کردار بہترین نمونہ عمل ہے''[1]

خداوند و ملائکہ اور تمام نیک بندوں کا ہمیشہ ان پر سلام ہو جو کائنات کی سب سے افضل و اکمل شخصیت تھی اور ہمارا بھی سلام ہو پیغمبر اسلامﷺ اور آپ کے خاندان اطہر پر۔

والسلام

سید حسین اختر رضوی اعظمی
روز ولادت حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام
۱۴۳۵ھ ہجری قمری
تہران اسلامی جمہوریہ ایران

---

[1] قرآن کریم، سورۂ احزاب، آیت۲۱.